ہفت روزہ
ترجمانِ اسلام
لاہور

نگرانِ اعلیٰ **مفتی محمود**

مجھے پاکستان بن جانیکا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس پر کہ
سورج مشرق سے ہی طلوع ہو گا

حضرت امیر شریعتؒ کی ایک نایاب تقریر

اسلام کے اقتصادی نظام کو اپنائے بغیر غربت کو ختم نہیں کیا جا سکتا

مولانا ابوالحسن ندوی رحمتہ اللہ سے ملاقات

حرفِ محرمانہ، دو روزہ ختمِ نبوت کانفرنس منعقدہ شاہجہان مسجد

دو کنگ لندن، مفت لگا دی ہے خونِ دل کی کشید،

شہر شہر سے، دار العوام اور مسائل، اور طلبہ کی سرگرمیاں

۲۲ تا ۲۸ ستمبر ۱۹۷۸ء شمارہ : ۳۸ قیمت : ایک روپیہ

چھ ستمبر ۱۹۶۵ء کے گمنام شہید

چھ ستمبر کے شہید
فتح و نصرت کی نوید
ایک جہان آرزو
ایک نشانِ آرزو

پردہ عثمان رضؓ تم
صدیق رضؓ کا ایمان تم
تم عمر رضؓ کا ولولہ
اور علی رضؓ کا غلغلہ

تم ہو شمشیرِ حسن رضؓ
تم ہو تفسیرِ حسین رضؓ
تم وطن کے پاسباں
کامیاب و کامراں

تم رسالت کے چراغ
تم قیامت کے ایاغ
صبح بطحا کی کرن
نازشِ قوم و وطن

قوم کے لختِ جگر
فاتحانِ بحر و بر
کوہ سے ٹکرا گئے
ظلمتوں پر چھا گئے

صحن کعبہ کی صدا
کلمہ قرآں کی ردا
سبز گنبد کی بہار
عظمتوں کے شاہکار

راستے فردوس کے
تم نے روشن کر دیئے

ساغر صدیقی مرحوم

ترجمان اسلام

جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۳۸

جمعۃ المبارک ۸ ستمبر ۷۸ء ۱۲ شوال ۹۸ھ

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ۴۵ روپے
ششماہی ۲۳ روپے
سہ ماہی ۵۰. ۱۱ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

جنرل ضیاء الحق
نئے صدرِ مملکت

چیف آف دی آرمی سٹاف اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۶ ستمبر کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ قبل ازیں چوہدری فضل الٰہی صاحب صدرِ مملکت تھے۔ ان کی میعادِ صدارت تو آئینی طور پر ۱۴ اگست کو ہی ختم ہوگئی تھی مگر آئین کی ایک شق کے تحت وہ نئے انتخابات ہونے تک صدارت کے عہدے پر فائز رہ سکتے تھے۔

اخباری اطلاعات اور جناب چودھری فضل الٰہی صاحب کے اپنے بیان کے مطابق انہوں نے ۱۴ اگست ہی کو اس عہدے سے علیحدہ ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ بعد ازاں انہوں نے دو خطوط بھی جنرل ضیاء الحق کو لکھے اور ایک مرتبہ خود بھی اسی سلسلے میں ملاقات کی۔ دیگر حلقوں کے مطابق سابق صدر علیل بھی ہیں۔

سابق صدر فضل الٰہی چودھری منجھے ہوئے سیاستدان ہیں۔ وہ اس سے قبل مغربی پاکستان اسمبلی اور پھر باقی ماندہ پاکستان کی اسمبلی کے رکن اور سپیکر بھی رہے ہیں، اور یہ بات بھی قابلِ تسلیم ہے کہ انہوں نے ایک منتخب صدر کی حیثیت سے اپنے فرائض اپنی پوری قابلیت کے مطابق انجام دیئے۔

نئے صدر کے تقرر کے لیے گو کہ آئین میں کوئی گنجائش نہ تھی ـــــ مگر "نظریۂ ضرورت" کے تحت آئین میں ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعے مناسب ترمیم کی گئی اس ترمیم کے مطابق چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر خود یا اپنے کسی جانشین کو صدارت کے فرائض سونپ سکتے ہیں ـــــ پاکستان کی تقریباً تمام (سوائے پیپلز پارٹی کے) سیاسی جماعتوں نے اس ترمیم اور جنرل ضیاء الحق کے صدر بننے کو صحیح قرار دیا ہے، مگر پیپلز پارٹی کے مرکزی ایگزیکٹو کمیٹی نے اپنے دو روزہ اجلاس میں مطالبہ کیا ہے کہ "۱۹۷۳ء کا آئین بحال کر کے اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے سپرد کیا جائے۔ عام انتخابات دسمبر ۱۹۷۸ء سے پہلے مخلوط بنیادوں پر کرائے جائیں" ـــــ حالانکہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے صرف چند حصے معطل ہیں مگر تمام کا تمام بحال ہے۔ معطل شدہ حصے صرف وہ ہیں جن کا تعلق پارلیمنٹ، اسمبلی اور قانون سازی سے ہے، اب جبکہ کوئی پارلیمنٹ نہیں ہے، تو یہ حصے خود بخود معطل ہو جاتے ہیں۔ رہا انتخابات کا مسئلہ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ پیپلز پارٹی کے متعدد لیڈر اور اصغر خان چند ماہ قبل یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ ـــــ "انتخابات کی تاریخ کا اعلان کیا جائے" ـــــ جنرل ضیاء الحق اور مولانا مفتی محمود کے درمیان ہونے والے معاہدے کے تحت انتخابات مارچ یا دسمبر ۱۹۷۹ء تک منعقد ہوں گے۔ پی۔ این۔ اے کے اس مطالبے کے تسلیم کیے جانے کے بعد ہی پی۔ این۔ اے حکومت میں شامل ہوا ہے۔ اب جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے انتخابات کرانے کی مدت کا اعلان کیا جا چکا ہے، تو پیپلز پارٹی کے چند سامراجی دماغ کے عہدیدار انتخابات دسمبر ۷۹ء سے پہلے کرانے کا بے جا مطالبہ کر رہے ہیں، اور ملک میں

(باقی صفحہ ۱۴ / ۲۳ پر)

صدرِ پاکستان قومی اتحاد

عزت مآب جناب حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پاکستان قومی اتحاد کو ابن الوقتوں کے شدید کچوکے لگائے جانے پر قوم میں تھوڑی بہت مایوسی پھیلی تھی۔ اسلام دشمن قوتوں نے تو پاکستان قومی اتحاد کے سانس تک گننے شروع کر دیئے تھے اور اس پروپیگنڈے کو خوب ہوا دی گئی کہ (خدانخواستہ) سابق آمر و قاتل وزیر اعظم کی تشخیص بالکل درست تھی کہ اتحادی زیادہ دیر ایک دوسرے کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ لیکن قوم کو انتہائی مشکل وقت میں اجتماعی قیادت سے مایوس کر کے قومی اتحاد چھوڑنے والوں کے باوجود آپ کی قیادت میں قوم کی قربانیوں کا بھرم رکھنے والی جماعتیں قوم کے لیے ایک نئی امید کی کرن بن گئی۔ جو لوگ قومی اتحاد چھوڑ کر چلے گئے تاریخ اور وقت انشاءاللہ ان کے غلط فیصلہ پر اپنا حکم صادر کر کے رہے گا۔

سب سے زیادہ اہم اور غور طلب معاملہ این ڈی پی کا ہے جنہوں نے ایسے وقت پاکستان قومی اتحاد کو خیر آباد کہا جبکہ قومی اتحاد حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالنے والا تھا۔ ایسے نازک وقت میں این ڈی پی کے شاطر اور شاکی رہنماؤں کا فعل ان کے عزائم کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہے۔ پاکستان کا تحفظ ہماری سیاست سے بالاتر ہونا ضروری ہے۔ یہ واحد تقریباً ملک ہے جس کے متعلق یہ ناواجب بات کہتے ہیں غالباً حق بجانب تصور ہو گا کہ یہ دنیا کا واحد بدقسمت ملک ہے جس کی جغرافیائی سرحدوں پہ تیس بتیس سال گزر جانے کے باوجود ابھی تک سیاسی جماعتیں بھی متفق نہیں ہو سکیں۔ این ڈی پی کی قیادت جو جیلوں میں گل سڑ رہی تھی، اگر قوم اپنے

کی بحیثیت جماعت تنظیم نو کی جائے۔ ہر ضلع، تحصیل اور شہر کی سطح پر مضبوط تنظیمیں قائم کر کے جمہوری عمل کے ذریعے مجالس عاملہ اور عہدہ داروں کے توسط سے عوامی مسائل مختلف محکموں کے سامنے پیش کرنے کے

شہداء کی قربانی پیش نہ کرتی تو کیا وہ قیادت جو اب پارٹی کے فیصلوں کی پابند نظر آتی ہے وہ باہر آسکتی تھی۔

مکرم و معظم جناب مولانا مفتی محمود صاحب! آپ نے امن و سکون اور پاکستان کے دشمنوں کے سامنے ایک واضح خط کھینچ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کو اس ملک کا وجود کتنا عزیز ہے اور ہونا بھی چاہیئے۔ ہم اگر آج پاکستان کو نہ بچا سکے تو اسلام کہاں نافذ ہو گا۔ جو قوتیں پاکستان میں انتشار کی فضا پیدا کرنا چاہتی ہیں ان کے سامنے اسلام دوست اور محب الوطن عناصر کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ڈٹ جانا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ آپ کی بصیرت اور دانشمندی نے قوم کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس وقت کی سول حکومت میں شمولیت کے لیے اتحاد کو تیار کر لیا۔ جو لوگ اس ملک کا وجود برداشت نہیں کر سکتے وہ ایک طرف انتخابات کا نعرہ لگا کر ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن میں عام انتخابات آزادانہ اور غیر جانبدارانہ نہ ہو سکیں، لیکن انشاءاللہ اتحاد کی شمولیت کے باعث حاصل ہونے والی مراعات پر قوم ابن الوقت سیاسی چہروں کو پہچان لے گی۔

جہاں تک سیاسی تجزیہ کا تعلق ہے یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اتحاد کے وزراء کی بے لوث خدمت کے جذبہ کے باعث سیاہی چھٹ کر رہے گی اور انشاءاللہ ملک و قوم کا تابناک مستقبل اندھیروں کے جھرمٹ سے اپنا دامن چھڑا لے گا۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان قومی اتحاد [illegible]

قومی اتحاد کی تنظیم نو کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ جو جماعتیں اتحاد چھوڑ کر بھاگ نکلی ہیں ان کے اراکان کے قومی اتحاد کے عہدے خالی پڑے ہیں۔ یہ

بات یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ قومی اتحاد اور حکومت میں نامزدگی کا معیار تحریک نظام اسلامی میں کارکردگی پر ہونا چاہیئے۔ قوم کے ذہنی سکون اور اعتماد کے لیے یہ فارمولا بہت ہی قیمتی ہے۔

پی پی پی اور بیوروکریٹ کی مشترکہ سازشوں سے نپٹنے کے لیے بہت ضروری ہے کہ اتحاد کو بحیثیت جماعت کے میدان میں اتار دیا جائے۔ ان جماعتوں کے کارکنوں میں اشتراک کی بنیاد پر باطل قوتوں کے مقابلے کے لیے مرکزی دفتر سے واضح ہدایات جاری کی جائیں۔ اور پروگرام بھی مرکزی دفتر سے بھیجا جائے تاکہ فوری طور پر تنظیم نو کے بعد عوامی شکایات کے ازالہ کا پروگرام بنایا جا سکے منظم طریقے سے مقاصد کا حصول آسان اور قریب تر ہوتا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ سیاسی میدان میں بھی اتحاد کے کارکن ان جماعتوں کا متحد ہو کر مقابلہ کریں گے اور انہیں شکست دیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ کے جن رفقاء نے ملک و ملت کے لیے اس نازک دور میں کام کرنے کے لیے اپنے شفاف سیاسی مستقبل داؤ پر لگائے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی رہبری فرمائے اور انہیں توفیق بخشے کہ وہ ملکی و ملی وقار کے لیے کام کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنی زمین پر اپنے نظام کے نفاذ کے لیے آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین (کلیم اللہ ملک، میانوالی)

بقیہ: اداریہ

نام نہاد آئینی بحران کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ پاکستان قومی اتحاد کی تحریک نظام مصطفیٰ، اسلام اور ملک میں آئین کے صحیح طور پر عملدر آمد کے لیے چلائی گئی تھی۔

پاکستان قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتیں آئین اور انتخابات کے انعقاد کے وعدے پر ہی حکومت میں شامل ہوئی ہیں، ورنہ اگر حکومت ہی حاصل کرنا مقصود ہوتا تو مسٹر بھٹو کی پیشکش کو نہ ٹھکراتے اور صوبوں میں حکومت بنا لیتے۔ ہمارے خیال میں ایسے مطالبات کرنے والوں کو پہلے اپنے دامن میں جھانکنا چاہیئے اور اپنی پارٹی کے اندر جمہوریت بحال کر کے

مرتبہ: حافظ ارشاد احمد دیوبندی
"ظاہر پیر"

مجھے پاکستان بن جانیکا اتنا ہی یقین ہے جتنا اِس بات پر کہ صبح کو سورج مشرق سے ہی طلوع ہو گا

حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ایک نایاب تقریر

آج کل ہر آدمی خود کو محب وطن قرار دے کر آزادیٔ وطن کے رہنماؤں اور سالاروں کو غداری کا سرٹیفکیٹ دے رہا ہے۔ حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ جس نے سامراج سے ساری زندگی بے خوف وخطر ہو کر مردانہ وار مقابلہ کیا ہے جس کی یاد سے خیر القرون کی یاد تازہ ہو جاتی ہے مگر آپ کو بھی ہوس پرستوں نے معاف نہیں کیا۔ آئے دن اخبارات میں چونکہ چنانچہ جیسی جھوٹی روایات کا سہارا لے کر شاہ جیؒ کو پاکستان دشمن قرار دیا جاتا ہے حالانکہ آزادیٔ وطن میں شاہ جیؒ نے عدیم المثال قربانی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اور آزادی کے بعد پاکستان کی بھرپور اصلاحی۔ اخلاقی اور ہر طرح کی بے لوث خدمت کی ہے' فرماتے تھے میں نے جو کچھ کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے کیا مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی اپنی کسی حرکت پر ندامت نہیں۔ میرا دماغ غلطی کر سکتا ہے لیکن میرے دل نے کبھی غلطی نہیں کی۔ مجھ سے وفاداری کا ثبوت مانگنے والے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی وفاداری کا ثبوت دیں۔ میں اُن لوگوں سے نہیں ہوں جو انسانی ضمیر کی سوداگری کرتے ہیں۔ اس شخص کو میں دھوپ چھاؤں کی اولاد سمجھتا ہوں جو قوم کو بیچتا پھرتا ملک سے غداری کرتا اور جس ہنڈیا میں کھاتا ہے اسی میں چھید کر ڈالتا ہے۔ میں نے صرف ایک اللہ سے جھکنا سیکھا ہے۔ میں اُن لوگوں کا وارث نہیں ہوں جنہوں نے درباروں کی دہلیزیں چاٹی ہیں۔ میں اُن لوگوں کا وارث ہوں جو شہادت کے راستہ میں سروں کو ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔ میں پاکستان سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنا کوئی اور دعویٰ کر سکتا ہے۔ میں قول کا نہیں عمل کا آدمی ہوں۔

راقم مرحوم کی ۱۷ ویں برسی کے موقع پر جو ۲۱ اگست کو منائی جا رہی ہے آپ کی وہ تاریخی تقریر جو ممدوح مرحوم نے ۲۶ اپریل ۱۹۴۶ء کو دہلی میں فرمائی تھی قارئین کرام کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر رہا ہوں تاکہ ان کے پاس بطور ریکارڈ بھی محفوظ رہے اور منصف مزاج قارئین کرام صحیح فیصلہ بھی کر سکیں کہ شاہ جی اور مجلس احرار اسلام کا تقسیم ملک کے لئے کیا [illegible] ہندوؤں کے بارے میں ان کے خیالات کیا [illegible]

اجتماع کا انعقاد:

۲۷ مارچ ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا مجلس احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس سے فارغ ہو کر حضرت امیر شریعتؒ اپنے رفقاء حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی، شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین انصاری کی معیت میں لاہور سے دہلی روانہ ہوئے۔ ان دنوں دہلی میں برطانوی مشن کرپس مشن، مسلم لیگ اور کانگرس سے تقسیم پاکستان کے سلسلہ میں مذاکرات میں مشغول تھا حضرت امیر شریعتؒ نے تقریباً ایک ماہ مصروف گذارا۔ ان دنوں دہلی کے مختلف علاقوں میں احرار کے جلسوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا جس سے گورنمنٹ برطانیہ کافی پریشان تھی بالآخر استبدادی حکومتوں کے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ احرار کے اجتماعات پر پابندیاں لگانی شروع کر دی گئیں۔ ۲۶ اپریل ۱۹۴۶ء کو اردو پارک دہلی میں ایک بڑے جلسۂ عام کا اہتمام کیا گیا۔ اس جلسہ میں حضرت امیر شریعتؒ نے ایک زبردست کثیر اجتماع سے آخری خطاب کیا۔ اس کے بعد مرحوم کبھی دہلی نہ جا سکے۔

اس اجتماع میں تقریباً پانچ لاکھ افراد نے شرکت کی۔ حضرت مرحوم کے اپنے بیان اور دیگر مصدقہ روایات کے مطابق دہلی میں اس سے پیشتر اس سے بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس اجلاس کی صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ فرما رہے تھے اور سٹیج سیکریٹری کے فرائض جناب ضیغم اسلام شیخ حسام الدینؒ صاحب سرانجام دے رہے تھے۔ پنڈال میں نظم وضبط برقرار رکھنا سرخ پوش احرار رضاکاروں کے ذمہ تھا۔ پنڈال کے چاروں طرف احرار رضاکاروں کے دستے تعینات تھے۔ احرار سرخ پرچم فضاؤں میں لہراتے ہوئے گل ولالہ کی سی بہار دکھا رہے تھے۔ سٹیج زمین سے بلند چبوترے کی شکل میں بنایا گیا تھا جس پر بجائے کرسیوں کے سفید چادریں بچھا کر ان پر گاؤ تکیے لگا دئے گئے تھے۔ اس وقت اسٹیج پر ہندوستان شخصیتیں اور قافلۂ آزادی کے سالار فروکش تھے۔ مجلس احرار اسلام کے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ماسٹر تاج دین انصاریؒ اور جمعیۃ العلماء ہند کے بہت سے اکابر جن میں حضرت شیخ مدنیؒ اور

اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، موجود تھے۔ اجلاس کا آغاز قرآن حکیم کی تلاوت اور چند نظموں سے کیا گیا۔ حضرت شیخ حسام الدین صاحب نے مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکریٹری اور اسٹیج سیکریٹری کی حیثیت سے اس اجتماع کی غرض و غایت بیان کی۔ اس کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے تقریر کا آغاز کیا۔ حضرت مولانا موصوف کی تقریر کے دوران اچانک انسانوں کے اس سمندر میں ایک لہر اٹھی اور ایک ارتعاش پیدا ہوا۔ دلوں کی دھڑکنیں تیز تر ہوگئیں۔ شوق دید تجسس کے لئے سرگرداں ہوا کہ حضرت امیر شریعتؒ کے فلک شگاف نعروں نے جلسہ کے امن و سکون کی ساری طنابیں توڑ دیں۔ نظم و ضبط کو درہم برہم کرکے رکھ دیا۔ عوام اپنے محبوب رہنما کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے والہانہ انداز میں سراپا نیاز اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت امیر شریعت اسٹیج پر تشریف لائے اور اپنی انتہائی دلآویز مسکراہٹ سے عوام کے پُرتپاک خیر مقدم کا جواب دیا۔ ابھی حضرت امیر شریعتؒ بیٹھے ہی تھے کہ ایک دوسرا قافلہ آن پہنچا جس میں مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم، پنڈت جواہر لال نہرو اور برطانوی مشن کے سربراہ لارڈ پیتھک لارنس نمایاں تھے۔ اسٹیج اس وقت بین الاقوامی شخصیتوں کے اجتماع سے ایک عجیب منظر پیش کر رہا تھا۔ تقریباً ساڑھے تین بجے رات حضرت امیر شریعتؒ مائک پر تشریف لائے۔ آپ نے انسانی سروں کے اس بحر بیکراں پر ایک بھرپور نظر ڈالی۔ ایک مرتبہ دائیں دیکھا پھر بائیں جیسے لوگوں کی پیشانیوں سے تقریر کا موضوع تلاش کر رہے ہوں۔ پھر خطبۂ مسنونہ سے پہلے آپ نے تقریر کا آغاز یوں فرمایا آپ لوگ درود شریف پڑھیں پھر دوبارہ فرمایا درود شریف پڑھیں۔ تیسری مرتبہ بھی یہی فرمایا لوگ حیران تھے کہ آج شاہ جی اتنے بڑے عدیم المثال سیاسی اجتماع میں تقریر کا آغاز کس انداز سے کر رہے ہیں اس سے پہلے سیاسی تقریروں میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ عوام کے چہروں سے ابھرنے والے اس سوال کے جواب میں حضرت امیر شریعتؒ نے خود ہی فرمایا "آج میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ اتنے بڑے عظیم اجتماع کے باوجود یار لوگ صبح کے اخبارات میں لکھ دیں گے کہ مجمع تو واقعی پانچ لاکھ کا تھا مگر اس میں مسلمان ایک بھی نہ تھا۔ اس لئے میں نے دُرود شریف پڑھوا لیا ہے تاکہ دوستوں کو معلوم ہو جائے کہ اس اجتماع میں مسلمان ہیں یا یہ اجتماع ہی مسلمانوں کا ہے۔" اس پر تمام مجمع کشت زعفران بن گیا۔ بعد ازاں آپ نے مخصوص انداز میں قرآن کریم کی تلاوت شروع کی۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا حضرت امیر شریعتؒ کے گلے کی حلاوت اور آواز کے سوز سے ایسا محسوس ہوتا جیسے آیات خداوندی کا نزول ہو رہا ہے۔ الفاظ جیسے جیسے پڑھتے گئے، قرآن حکیم اپنے معانی و مطالب خود واضح کرتا چلا گیا۔ لاکھوں آدمیوں کا اجتماع پتھروں کا ڈھیر معلوم ہوتا تھا چاروں طرف ہُو کا عالم اور ایک ایسا سناٹا کہ سوئی گرے تو آواز آئے اور عوام مبہوت بیٹھے تلاوتِ کلام الٰہی سن رہے تھے۔ رکوع ڈیڑھ رکوع پڑھنے کے بعد حضرت امیر شریعت نے تلاوت ختم کی تو پنڈت جواہر لال نہرو اٹھے اور مائک پر حضرت امیر شریعت کے قریب آکر کھڑے ہو گئے اور معذرت خواہانہ انداز میں گویا ہوئے۔

"بھائیو! میں تو صرف بخاری صاحب کا قرآن کریم سننے کے لئے حاضر ہوا تھا، اب میں معذرت کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ برطانوی مشن کی آمد کے باعث مصروفیت زیادہ ہے" اس کے بعد جواہر لال نہرو اور لارڈ پیتھک اسٹیج سے اتر کر چلے گئے (اور بقیہ حضرات موجود رہے) حضرت امیر شریعت نے خطبۂ مسنونہ کے بعد تقریر کا آغاز یوں کیا۔ آپ نے فرمایا

"حضرات! آج میں نے کوئی تقریر نہیں کرنی بلکہ چند حقایق ہیں جنہیں میں بلا تمہید کہنا چاہتا ہوں۔ اس وقت آئینی اور غیر آئینی دنیا میں خواہ دنیا کے اس علاقے کا تعلق ایشیا سے ہو یا یورپ سے، اس وقت جو بحث چل رہی ہے وہ یہ ہے کہ آیا ہندوستانی ہندو اکثریت کو مسلم اقلیت سے جُدا کرکے برصغیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے قطع نظر اس کے کہ اس کا انجام کیا ہو گا"

پاکستان کیا ہو گا!

مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ صبح کو سورج مشرق سے ہی طلوع ہو گا۔ لیکن یہ پاکستان وہ پاکستان نہیں ہو گا جو دس کروڑ مسلمانانِ ہند کے ذہنوں میں اس وقت موجود ہے اور جس کے لئے بڑے خلوص سے آپ کوشاں ہیں۔ ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کہ کل ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ بات جھگڑے کی نہیں بات سمجھنے اور سمجھانے کی ہے سمجھا دو مان لوں گا لیکن تحریک پاکستان کی قیادت کرنے والوں کے قول و فعل میں بلا کا تضاد ہے اور بنیادی فرق ہے اور اگر آج مجھے کوئی اس بات کا یقین دلا دے کہ کل ہندوستان کے کسی قصبہ، کسی گلی میں، کسی شہر کے کسی کوچہ میں حکومت الٰہیہ کا قیام اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونے والا ہے تو رب کعبہ کی قسم میں آج ہی اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو لوگ اپنی اڑھائی من کی لاش اور چھ فٹ کے قد پر اسلامی قوانین نافذ نہیں کر سکتے، جن کا اٹھنا بیٹھنا، جن کا سونا جن کا جاگنا جن کی وضع قطع، جن کا رہن سہن، بول چال زبان و تہذیب کھانا پینا لباس وغیرہ کوئی چیز بھی اسلام کے مطابق نہ ہو وہ دس کروڑ کی ایک قطعۂ اراضی پر اسلامی قوانین کس طرح نافذ کر سکتے ہیں؟ یہ ایک فریب ہے اور میں فریب کھانے کے لئے کسی طرح تیار نہیں۔ پھر آپ نے کلہاڑی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر تقسیم کے بعد مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کا نقشہ سمجھانا شروع کر دیا۔ آپ نے کہا ادھر مشرقی پاکستان ہو گا ادھر مغربی پاکستان ہو گا۔ درمیان میں ہندو

کی چالیس کروڑ کی آبادی ہوگی جس پر اس کی اپنی حکومت ہوگی اور وہ حکومت لالوں کی حکومت ہوگی۔

ہندو ذہنیت شاہ جی کی نظر میں:

کون لالے؟ لالے دولت والے لالے ہاتھیوں والے لالے عیار رلالے، لالے مکار، لالے ہندو اپنی مکاری اور عیاری سے پاکستان کو ہمیشہ تنگ کرتا رہیگا۔ اسے کمزور کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس تقسیم کی بدولت آپ کا پانی روک دیا جائے گا۔ آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی اور آپ کی حالت یہ ہوگی۔ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان مغربی پاکستان کی اور مغربی پاکستان مشرقی پاکستان کی کوئی سی مدد کرنے سے قاصر ہوگا۔ اندرونی طور پر پاکستان میں چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور یہ خاندان زمینداروں، صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کے خاندان ہوں گے۔ انگریز کے پروردہ فرنگی سامراج کے خود کاشتہ پودے۔ سرداروں۔ نوابوں اور جاگیرداروں کے خاندان ہوں گے جو اپنی من مانی کاروائی سے محب وطن اور غریب عوام الناس کو پریشان کرکے رکھ دیں گے۔ غریب کی زندگی اجیرن ہو جائے گی ان کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے کسان اور مزدور نان شبینہ کو ترس جائیں گے۔ امیر دن بہ دن امیر تر اور غریب دن بہ دن غریب تر ہوتا چلا جائے گا۔"

رات کافی بھیگ چکی تھی۔ حضرت امیر شریعت رح اپنی سیاسی بصیرت کے موتی بکھیر رہے تھے۔ مستقبل سے نہ آشنا مسلمان منہ کھولے انجانے واقعات کو حیرت و استعجاب کے عالم میں سن رہا تھا۔ امیر شریعت رح نے ہندو سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "پاکستان کی بنیاد ہندو کی تنگ نظری مسلمان دشمنی پر استوار ہوئی ہے۔ دولت سے پیار کرنے والے ہندو تنے گائے کی پوجا کی۔ پیپل مہاراج پر پھول چڑھائے۔ چیونٹوں کے بلوں پر شکر اور چاول ڈالے۔ سانپ کو اپنا دیوتا مانا لیکن مسلمان سے ہمیشہ نفرت کی۔ اس کے سائے تک سے اپنا دامن بچائے رکھا۔ پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ذات پات کے پجاری بڑے سے بڑے ہندو نے اچھوتوں پر اپنے مندروں کے دروازے کھول دیئے لیکن مسلمان کے لئے اپنے دل کے دروازے کبھی وا نہ کئے۔ آج اسی تعصب تنگ نظری اور حقارت آمیز نفرت کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنا الگ وطن مانگنے پر مجبور ہوا ہے اور کانگریس سب کچھ دیکھ کر بھی اپنی مصلحتوں کی بنا پر خاموش رہی۔ اگر کانگریسی رہنما ہندو مہا سبھا آریا دل جن سنگھی انتہا پسندی اور اسی قسم کی تحریکوں کو اپنے اثر سے ختم کر دیتے اور وہ کر بھی سکتے تھے تو مسلم لیگ کو یہاں پہنچنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی مگر کیا کیا جائے کہ یہ کوڑھ کانگریس کے اپنے اندر سے پھوٹا ہے۔ جو بیماری جسم کے اندر سے پیدا ہو اس کا علاج محض باہر کے اثرات کو تبدیل کرنے سے نہیں ہو سکتا۔ کانگریس نے ہمارے ساتھ بھی نباہ نہ کیا۔ اگر مسلم لیگ سے بگاڑ پیدا کیا تھا تو نیشنلسٹ مسلمانوں کی ہی بات مان لی ہوتی لیکن ایسا نہ ہو سکا اور ہوا کیا؟ کہ آج اس قدر قربانیوں کے باوجود دونوں فرنگی کو اپنا ثالث مان رہے ہیں۔ کون فرنگی؟ جو ہندوستان کے باسیوں کے لئے کبھی بھی صحت مند اور انصاف پر مبنی فیصلہ نہیں دے سکتا۔ اے کاش کانگریس نے ہم سے ہی نہیں تو مسلم لیگ سے ہی بنائی ہوتی تاکہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی صحیح حل تلاش کر لیا جاتا۔"

رات کافی گذر چکی تھی۔ سحر قریب تھی اور حضرت امیر شریعت رح بے تکان بولے جا رہے تھے۔ کیا مجال کہ ایک متنفس بھی کہیں سے ہلا ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جیتے جاگتے انسان نہیں بلکہ انسانی شکل و صورت کی پتھر کی مورتیاں پڑی ہیں۔ آخر میں حضرت امیر شریعت نے زوردار آواز میں کہا "مسلم لیگ اور کانگریس! دونوں سنو

میر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

شاہ جی رح کی پیشین گوئی:

یاد رکھو! اگر آج تم باہم مل بیٹھ کر کوئی معاملہ بھی طے کر لیتے تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہوتا۔ تم الگ الگ رہ کر بھی باہم شیر و شکر رہ سکتے تھے مگر تم نے اپنے تنازعہ کا انصاف فرنگی سے مانگا ہے اور وہ تم دونوں کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والا فتنہ ضرور پیدا کرکے جائیگا جس سے تم دونوں قیامت تک چین سے نہیں بیٹھ سکو گے اور آئندہ بھی تمہارا آپس کا کوئی سا تنازعہ باہمی گفتگو سے کبھی بھی طے نہیں ہو سکے گا۔ آج انگریز کے فیصلے سے تم تلواروں اور لاٹھیوں سے لڑ رہے ہو گے تو آنے والے کل کو توپ اور بندوق سے لڑو گے۔ تمہاری اس نادانی اور من مانی سے اس برصغیر میں انسانیت کی جو تباہی ہوگی، عورت کی جو بے حرمتی ہوگی۔ اخلاق و شرافت کی تمام قدریں جس طرح پامال ہوں گی تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں وحشت و درندگی کا دور دورہ ہوگا بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہوگا اور شرافت کا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ نہ کسی کی عزت محفوظ ہوگی نہ مال نہ جان نہ ایمان اور اس سب کا ذمہ دار کون ہوگا۔؟ تم دونوں! لیکن تم یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے تمہاری آنکھوں پر تمہاری اپنی خود غرضیوں اور ہوس پرستیوں نے پردے ڈال رکھے ہیں اور تم ایک ایسے شخص کی مانند ہو جو عقل رکھتا ہے لیکن صحیح بات سوچنے سے عاری ہے۔ کان ہیں مگر سن نہیں سکتا۔ آنکھیں ہیں مگر بصیرت چھن چکی ہے۔ اس کے سینے میں دل تو دھڑک رہا ہے مگر احساسات سے خالی محض گوشت کا ایک لوتھڑا۔

فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ط

ابھی تقریر جاری تھی کہ اتنے میں صبح کی اذان کی آواز کانوں میں پڑی اور حضرت امیر شریعت رح نے دہلی والوں

امجد علی شاکر

حرف محرمانہ

ہمارے ہاں جب کوئی قوم آزاد ہوتی ہے تو اس کا اندازِ نظر اور طرزِ فکر بھی آزاد ہوتا ہے۔ اس کے ادب و شعر، فکر و سیاست، مذہب و تمدن، تہذیب و ثقافت بھی آزاد ہوتے ہیں۔ اس میں ایک قوتِ بقا ہوتی ہے۔ اسے آپ روحِ حیات سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، مگر میرے نزدیک ایسی کوئی قوتِ بقا نہیں ہوتی جس میں قوتِ نمو نہ ہو۔ بہرحال STABILITY لازمی اور فطری تقاضا ارتقا ہوتا ہے مگر ارتقا کے ذیل میں تعبیر و تاویل کا کرکٹ نہیں آسکتا۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ جب کوئی نظریہ یا فکر قوموں کے ذہن میں اپنی تمام بنیادی خوبیوں اور خواص کے ساتھ موجود ہو اور ان کے اعمال پر یہی فکر EMPLOY ہو سکتی ہو اور ہوتی ہو تو ہم اس فکر کو زندہ فکر کہیں گے۔ اذہان سے مُراد پوری قوم کے افراد کے اذہان مراد نہیں، کچھ اذہان بھی ہو سکتے ہیں مگر ان اذہان کا ان تمام خصوصیات کا حامل ہونا ضروری ہے جو خصوصیات ایک زندہ اور صاحبِ فکر ذہن کے لئے ہونا ضروری ہوں۔

رہا رائج فکر کا معاملہ تو ہم اسی فکر کو رائج کہہ سکتے ہیں جس فکر کا سایہ اعمال میں ظاہر ہو، اس فکر کے حامل لوگوں کے اعمال میں اسی فکر کی فرعات موجود ہوں اور اس فکر کو ان پر حاکمانہ کنٹرول حاصل ہو۔ بہرحال یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ آزاد قوم ایک آزاد فکر کی حامل ہوتی ہے اور اس فکر میں زندگی کی جملہ قوتیں موجود ہوتی ہیں اس کی شاخیں پھوٹتی، بڑھتی اور گھٹتی رہتی ہیں مگر تنا ہمیشہ مضبوط رہتا ہے۔ جب حالات کی تبدیلی سے تنا گھٹنے یا کٹنے لگ جاتا ہے یا ختم ہونے لگتا ہے تو وہ قوم محکوم ہو جاتی ہے۔

قوموں کی زندگی میں دو جمع دو برابر چار کی طرح بات نہیں کی جا سکتی۔ اس میں منفی اور مثبت لہریں بھی بعض اوقات بیک وقت رواں رہ سکتی ہیں۔ اب ہمارا ملک نہ کاملاً غلام ہے اور نہ آزاد۔ یہ تو حقیقت ہے کہ ہم سیاسی اور معاشی طور پر محکوم ہیں مجبور ہیں بلکہ مقہور ہیں۔ ان کا اثر فکری آزادی پر بھی پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم فکراً بھٹکنے کی راہوں پر ہیں۔ ہمارے افکار میں آزاد قوموں والی جرأت نہیں۔ ہماری گفتگو میں شوق کی صلاحیت اور خون کی حرارت نہیں جھلکتی اس لئے ہم اپنے ملک کو نوآبادیاتی یا کالونی کہہ سکتے ہیں۔

ہمارا ملک ۱۹۴۷ء سے قبل ایک واضح غلامی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اس کے بعد غیر واضح غلامی کی زندگی۔ جب واضح غلامی کا دور تھا تو ہمیں آزاد قوموں کے افکار بھی اچھے لگتے تھے اور اعمال بھی۔ ہمارے بہت سے رہنمایانِ کرام نے بھی ہمیں دوسری آزاد اقوام کے اطوار اپنانے کی نصیحت کی۔ ہمیں انہی کے رسم و رواج پر چل پڑنے کو کہا۔ ہم پہلے جھجکے۔ پھر ہم تھوڑے تھوڑے اس کے قریب گئے۔ جب "ڈپٹی کلکٹری" کی جھلک دکھائی دی تو ہم نے اس ڈپٹی کلکٹری پر قومی فکر کو نثار کر دیا۔

ہماری فکری تربیت انگریز کے ہاتھوں میں تھی۔ ہم غلام تھے۔ اس نے ہمیں آزادی کے چلن تو کیا سکھانے تھے۔ غلامی کے چلن اور اطوار ہر طور پوری شدّت سے سکھائے۔ نتیجتاً ہماری اپنی ہی قوم میں ایک طبقہ وجود میں آگیا جسے انگریزی فکر نے پروان چڑھایا تھا اسے ہم اس جدید معاشرہ کا GENTRY طبقہ کہہ سکتے ہیں۔ اس جنٹری طبقے کا ذہن خالصتاً غلامانہ ذہن تھا۔ یہ طبقہ تہذیب مغرب سے اس قدر مرعوب ہوا کہ انہوں نے اپنے گھروں سے اپنی زبان چھڑائی۔ انگریزی لباس اور چال ڈھال اور طرز و اطوار کی بالادستی اور برتری ثابت کی۔ انہوں نے اپنے بچوں کو اپنی کرسی پر بیٹھنے کے لئے تیار کیا تو انہیں ان اسکولوں میں بھیجا جہاں پہلا سبق یہ تھا MOTHER CAN SING ماں گا سکتی ہے اور FATHER CAN DANCE باپ ناچ سکتا ہے۔ پھر جب وقت کے تقاضوں اور حالات کے تحت انگریزوں نے یہاں کی جنٹری کو حکومت میں بطور زیردست اور معاون کے شریک کیا اور انہیں مستقبل میں مقامی حکومت کے لئے چن لیا تو اس جنٹری کو اپنے ہاں کے حالات کا جائزہ لینا پڑا اور مقامی فکر کو جاننے کی ضرورت محسوس ہوئی، مگر ان کا اندازِ نظر ہی غلط تھا ان کی عینک کے شیشے ہی درست نہ تھے۔ ان کا مطالعہ ہی غلط تھا۔ یہ صحیح حقائق تک کیسے اور کیونکر پہنچتے۔ واضح بات تھی کہ یہ لوگ بھٹکتے۔ چنانچہ بھٹکے۔ الجھے اور الجھ کے رہ گئے۔ ان کا ذہن زلفِ یار کی طرح ایسا الجھا کہ پھر سلجھ ہی نہ سکا۔ غلامانہ ذہن تو تھا ہی مقامی افکار بھی ان کے نزدیک پست تھے مقامی خیالات بھی ان کے نزدیک گھٹیا تھے چنانچہ مقامی عظیم فکر کو انہوں نے شعوری یا لاشعوری طور پر کمتر اور گھٹیا سمجھا۔ انہوں نے چاہے

مرتب: راجہ محمد شریف

دو روزہ ختم نبوت کانفرنس

منعقدہ شاہجہاں مسجد ووکنگ (لندن)

قادیانیوں کی بین الاقوامی وفات مسیح کانفرنس کے جواب میں انگلستان کے طول وعرض میں اسلامی کانفرنسوں اور جلسوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ووکنگ مسجد میں ختم نبوت پر دو روزہ کانفرنس کا آغاز ۵ اگست ۱۹۷۸ء چھ بجے شام ہوا۔ کانفرنس کی یہ نشست نو بجے تک جاری رہی۔ صدارت حافظ محمد یعقوب صاحب سابق سیکرٹری تعلیم گورنمنٹ آزاد کشمیر نے کی۔ کانفرنس کی کارروائی قاری بشیر احمد صاحب خطیب جامع مسجد ووکنگ کی تلاوت قرآن سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد مولانا محمود احمد صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی نے ایک گھنٹہ تک ختم نبوت کے عنوان پر بیان کیا۔ ان کے بعد مولانا قاری بشیر احمد صاحب نے مرزا غلام احمد کی تحریک انتشار اور تکفیر ملت اسلامی پر مدلل تقریر کی اور قادیانی لٹریچر سے اس کے حوالے پیش کئے۔ ان کے بعد ڈاکٹر علامہ خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر نے نہایت بلیغ اور عالمانہ انداز میں ختم نبوت کی اہمیت کو سامعین کے سامنے پیش کیا اور ساتھ ہی مرزائیوں کے دجل اور فریب اور ریشہ دوانیوں کی نہایت مدلل انداز میں نقاب کشائی کی۔ جلسہ گاہ کے باہر قادیانی عامۃ المسلمین کو مغالطہ دینے کے لئے ختم نبوت پر ایک پمفلٹ تقسیم کر رہے تھے۔ پمفلٹ اسی وقت جلسہ گاہ میں لایا گیا جس کے علامہ موصوف نے مسکت جوابات دیئے۔ اور قادیانیوں کی دلفریب تحریروں کا پردہ چاک ایسے انداز میں کیا کہ سامعین ایسا محسوس کر رہے تھے کہ علم وعرفان کی بارش ہو رہی ہے اور قادیانیوں کی تحریفات اور تلبیسانہ مکر وفریب کا کوئی ایسا گوشہ نہ چھوڑا جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے عقدہ بنا ہے۔

آخر میں جناب ہاشمی صاحب نے آج کے اجلاس کے لئے اختتامی خطاب کیا اور ختم نبوت کے پروانوں کے لئے عقیدت کے پھول برسائے۔ آپ نے ختم نبوت کی خدمات میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، مولانا عطاء اللہ صاحب شاہ صاحب بخاری۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی اور مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ آپ نے کہا قادیانیوں کا حالیہ اعلان کہ وہ انگریزی میں مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں موجب حیرت ہے۔ مرزا غلام احمد نے باوجود انگریزی نبی ہونے کے انگریزی میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اب قادیانیوں کا انگریزی زبان کے سایہ میں پناہ تلاش کرنا معنی خیز اور مغالطہ انگیز ہے۔ ہاشمی صاحب نے قادیانیوں کو مرزا غلام احمد کی سیرت پر انگریزی میں تقریری مناظرے کی دعوت دی اور فرمایا کہ تحریرات تو دونوں طرف سے لاتعداد موجود ہیں۔ تحریری مناظرے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان میں جرأت ہے تو تقریری مناظرے میں سامنے آئیں۔ قادیانی جماعت کے ڈائری نویس نمائندے اس وقت مجلس میں شریک تھے۔

منتظمین کی طرف سے سب حاضرین کے لئے افطاری اور کھانے کا انتظام تھا۔ نماز مغرب سے فارغ ہو کر سب حاضرین لائبریری میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو نشستوں میں کھانے کی مجلس ہوئی۔

نشست دوم

بروز اتوار ۶ اگست:

ختم نبوت کانفرنس کی دوسری نشست کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ اس نشست کے صدر جناب قطب الدین عزیز وزیر تعلقات عامہ سفارت خانہ پاکستان تھے۔ شاہجہاں مسجد ووکنگ سامعین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ سب سے پہلے مناظر اسلام فاتح ربوہ مولانا منظور احمد چنیوٹی نے خطاب فرمایا۔ آپ کی تقریر دو گھنٹے تک جاری رہی۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تاریک زندگی کے اوراق الٹے۔ اس کی بناوٹی نبوت کو طشت از بام کیا اور ختم نبوت کی حقانیت و اہمیت کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کی گھناؤنی سیرت اس کی اصل کتب کے حوالہ جات سے پیش کی اور دلائل کا انبار لگا دیا۔ مولانا چنیوٹی نے مرزا قادیانی کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق (کذاب) ثابت کرنے کے لئے اس کی کتابوں سے بے شمار جھوٹ اور بہتان جو اس نے انبیاء علیہم السلام پر لگائے ہیں بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کئے۔

آخر میں مولانا نے بتایا کہ چودھویں صدی کے متعلق جو مشہور ہے کہ یہ آخری صدی ہے یہ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔

بلکہ یہ بھی عقیدہ ہے اور یہ جھوٹ مرزا قادیانی نے گھڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ مہدی اور مسیح چودھویں صدی میں آئے گا۔ مولانا چنیوٹی نے فرمایا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ اور بہتان ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں چودھویں صدی کا ذکر نہیں کیا۔ اگر کوئی قادیانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ایک حدیث بھی پیش کر دے جس میں چودھویں صدی کا ذکر ہو تو اسے مبلغ دس ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔

ان کے بعد علامہ ڈاکٹر خالد محمود نے ختم نبوت اور خلافت راشدہ کا اعتقادی اور تاریخی رشتہ نہایت فاضلانہ انداز میں پیش کیا اور لوگوں کے بہت سے شبہات کا بڑے احسن طریق سے ازالہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خلیفہ اول ہونا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق سامعین کے سامنے ایک حقیقت بن کر سامنے آگیا۔ علامہ موصوف نے خلفاء کے جہاد کا شرعی طریقہ بھی عالمانہ انداز میں حاضرین کو سمجھایا۔

علامہ خالد محمود کے بعد صاحبزادہ امداد حسین نے مرزا غلام احمد کی سازشی نبوت سے پردہ سرکایا۔

آپ کے بعد صدر محترم جناب قطب الدین عزیز نے علماء اسلام کی شاندار خدمات کو خراج تحسین پیش کیا جو یہ حضرات انگریزوں کے خود کاشتہ نبوت کو بے نقاب کرنے کے لئے عمل میں لا رہے ہیں۔ آپ نے پاکستان میں قادیانیوں کے اقلیت قرار دیئے جانے پر تفصیلی تبصرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ یورپ میں اسلامی تبلیغ کی سخت ضرورت ہے اور اس کو پورے نظم و فکر سے عمل میں آنا چاہیئے

آپ کے بعد مولانا حبیب الرحمن نے تقریر کی اور ان کے بعد مولانا فضل کریم عاصم صدر جمعیۃ اہل حدیث نے اسلامی اتحاد پر مختصر تقریر فرمائی۔

آخر میں جناب حافظ یعقوب ہاشمی نے علامہ ڈاکٹر اقبال اور ختم نبوت کے موضوع پر ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ کانفرنس کی یہ نشست دعائے خیر سے عصر کی نماز پر ختم ہوئی۔ دعائے خیر مولانا قاضی بشیر احمد صاحب خطیب جامع مسجد ووکنگ نے کی۔

بقیہ حضرت امیر شریعتؒ کی نایاب تقریر

سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

دہلی والو! سن رکھو۔ میری یہ باتیں یاد رکھنا حالات بتاتے ہیں کہ اب زندگی میں جیتے جی پھر کبھی بھی ملاقات نہ ہو سکے گی ع

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

حضرات! یہ تھے وہ چند حقائق جن کو میں بغیر کسی تمہید کے کہنا چاہتا تھا اور آج میں نے کہہ دیئے اور اب ع

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(منقول روزنامہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء)

نوٹ: یہ چند حقائق جو شاہ جیؒ مرحوم کے الفاظ میں آپ کے سامنے ہیں خالی الذہن ہو کر آپ کو فکر و فہم کی دعوت دے رہے ہیں۔ کیا اب بھی کوئی صاحب بصیرت شاہ جیؒ اور آپ کے رفقاء کو مخالف پاکستان کی فہرست میں شمار کر سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ جس کا ترجمہ مفکر پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے یوں کیا ہے

آہ یورپ زیں مقام آگاہ نیست
چشم او ینظر بنور اللہ نیست

بقیہ: حرف محرمانہ

اس بات کا زبانی طور پر اقرار کیا یا نہ کیا مگر یہ بات ان کی باتوں میں ہزاروں پردوں میں چھپائی گئی مگر ان پردوں کے پیچھے سے بھی یہ بات نظر آتی رہی اور آ رہی ہے۔ انہوں نے اسلام کو مغربی اصطلاحات اور TERMINOLOGY کے حوالے سے پڑھا حالانکہ ہر فکر کا اپنا ایک الگ نظام ہوتا ہے۔ اسلام تو ایک عالمگیر دین تھا۔ یہ تو عظیم فکر تھی جو ابد آباد تک کے لئے کافی تھی اور ہے۔ اس لئے اسے مغربی اصطلاحی نظام TERMINOLOGY کے حوالے سے پڑھنے سے اسلام کا چہرہ مسخ ہونے کے سوا اور کچھ نہ ہو سکتا۔ علامہ مشرقی مرحوم نے اسلام میں ڈکٹیٹر شپ کا سراغ لگایا کیونکہ وہ ہٹلر کے نظام سے متاثر تھے۔ مولانا مودودی نے اسلام میں اشتراکیہ کے نظام کا سراغ لگایا۔ کوئی برطانیہ کے پارلیمانی نظام سے متاثر تھا تو اس نے اسلام میں پارلیمانی جمہوریت کا سراغ لگایا۔ کوئی فرانس کے نظام سے متاثر تھا تو اس نے محدود پارلیمنٹ کا نعرہ لگایا۔ کوئی امریکہ سے متاثر تھا یا اس کی ضروریات امریکہ کی نظام میں پوری ہوتی تھیں تو اس نے اسلام میں صدارتی نظام کی موجودگی کا مژدہ سنایا۔ کسی نے اسلام کو سوشلزم کا داعی کہا تو کسی نے اسے امپیریلزم یا کیپٹلزم کا حامی بتایا گویا ایک حقیقت کو کئی خرافات کے کوڑا کرکٹ میں چھپانے کی کوشش کی گئی جو کہ سراسر غلط تھی۔ اسلام کو سمجھنے کے لئے اسلام کے دائرہ میں آنے کی ضرورت تھی کسی دوسرے دائرے میں رہ کر اسلام کو سمجھنے کا انداز ہی غلط تھا۔ اسلام کو اسلام کے ہی انداز نظر سے سمجھنے کی ضرورت تھی گویا اسے کسی دوسرے نقطہ نظر سے سمجھنا سراسر غلط تھا۔ اسے صرف انگریزی اور روسی نقطہ نظر سے سمجھنا ہی سود مند تھا۔ اسے LONG RANGE سے سمجھنا تھا بلکہ جن کا ازراہ ست

د۔ م۔ شاکر ایم۔ اے
شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

جدید عربی ادب کا ارتقا

تمہید:

زبانوں کی تاریخ انسانی تاریخ سے مختلف نہیں بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ جن زمانوں میں حضرت انسان کو زمین پر دے مارا گیا انہی ادوار میں انسان کو زبانیں بھی سکھا دی گئیں۔ تاریخ کے الفاظ میں ؎

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب

کی طرح ازل نے عربی زبان کے مقدر میں طرح طرح کے انقلابات دیکھے۔ ہم اپنے موضوع میں جدید عربی کے ارتقاء کے بارے میں مختصراً ان عوامل، اسباب اور اہم ستونوں کا جائزہ لیں گے جو اس بارے میں کارفرما تھے۔

۲۔ تاریخی پس منظر:

۱۔ عالم اسلام کا زوال:

گردشِ دوراں اور مرورِ زمانہ کے ہاتھوں عرب کے طویل و عریض علاقہ میں سے اکثر اس حصہ سے کٹ گئے۔ اٹھارویں صدی عیسوی عربی زبان زندگی کا آخری سانس لے رہی تھی۔ شومئی قسمت پر عالمِ اسلام پر پانچ سو اٹھ سال ایسے گذرے جن میں کہیں عربوں کا علم کامرانی نہیں لہرایا اور نہ کہیں ان کی دخل اندازی رہی۔ اس کی بجائے یہ علاقے اسپینیوں۔ جرمنی مغل ترکوں کے زیر اثر آ گئے، ان کی لوٹ مار کی آماجگاہ بنے۔ مصر و شام میں فاطمیوں کی حکومت ختم ہونے کے بعد خاندان بنوامیہ خاندانِ غلاماں اور عثمانی ترکوں کے ہاتھوں یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ اگر اس دوران ایرانیوں کا تعصب اور ترکوں کی دھاندلی کا زبردست حملہ نہ ہوتا تو آج تک عربی کی حالت مزید ارتقار کی منزلیں طے کر چکی ہوتی۔ ۱۴۸۳ء میں وی آنا سے ناکام ہونے کے بعد عرب سے ان کا اثر و نفوذ کم ہونے لگا۔

مصر کی حالت:

اس دوران مصر کے علمی سوتے خشک ہو چکے تھے۔ کتب خانے نہ صرف گرد و غبار کی تہوں میں اٹے ہوئے تھے بلکہ دیمک کے لئے خوراک کا کام دیا کرتے تھے۔ تمام اہلِ مشرق پر ذلت اور ادبار کی کالی خوفناک گھٹا چھا گئی۔ یہ عثمانیوں اور خاندانِ غلاماں کا عہد تھا۔

بیرونی درآمد شدہ نظریات و افکار آپس میں برسرپیکار مختلف قوتیں اور عزیزوں کے اوچھے داؤں سے مصری عربوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ انکی تعداد تیس لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ اعلیٰ درجہ کے ہنرمند اور تعمیری اذہان کو ترک اپنے ہمراہ لے گئے۔ افلاس، تہی دستی اور عزبت کا دور دورہ ہوا۔ تاجروں کو محصول جیسے عذاب میں پھنسنا پڑا۔ جنوبی افریقہ کے گرد سے ہندوستان جانے والا راستہ دریافت ہوا تو مصر کی معاشی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ ان کا محصول راہ گیری چھن گیا اور اس طرح مصر کی خوشحالی پر آخری اور کاری ضرب لگی۔ کاشت کار مفلس اور قلاش ہو گئے۔ رشوت عام تھی۔ سازشوں کا مسلسل سلسلہ چل نکلا۔ فقر، مرض، جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا گئے۔ ۱۶۱۹ء کی وبا میں طاعون کی وجہ سے چار لاکھ افراد نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

انگریزوں کا مصر پر حملہ:

اسمٰعیل پاشا کے دور میں مدارس کافی تعداد میں تھے۔ عربی زبان ذریعہ تعلیم تھی اور اس دور میں کتب نویسی کا رواج تھا مگر تعلیم و تعلم کی ساری راہیں انگریزوں کے تسلط میں آنے کے بعد مسدود ہو کر رہ گئیں۔ تعلیم کا رخ الٹ دیا گیا۔ بیرونی ممالک میں جانے والے وفود روک دیئے گئے۔ مختلف زبانیں سکھانے والے ادارے مقفل کر دیئے گئے۔ مفت تعلیم کا سلسلہ رخصت ہو چلا اور تعلیم کا مقصد قوم کے صحیح خادم پیدا کرنے کی بجائے کلرک پیدا کرنا رہ گیا۔ انگریزوں کا طریقِ نصاب تعلیم صرف ادنیٰ سرکاری نوکری کے اہل خوشامدی ملازم تیار کرنا تھا۔ نوکریوں کی دھن کی خاطر سکول دانوں کی طرح کھولے گئے اور طلباء کو صرف ملازمت کے قابل بنانے کے لئے کتب پڑھائی جاتی تھیں اور یہ نوکریاں محدود و مقرر کاموں کی ہوتی تھیں۔ ملک میں تعلیم عام کرنے کی خاطر انگریزوں کو خیال تک بھی نہ گذرا۔ اس زمانے میں یہ کہاوت عام تھی کہ مصر وہ ملک ہے جہاں پاشا (امراء اور سردار) غلامین (کسانوں) پر حکمرانی کیا کرتے تھے۔ صنعتوں کی طرف سے بے توجہی برتی گئی۔ تعلیم سے اغماض اور چشم پوشی دانستہ کی گئی تاکہ مصری پڑھ لکھ کر ترقی یافتہ نہ ہو جائیں اور انگریزوں نے بڑے تعصب سے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کو جاری رکھا۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۹ء میں ان کے خلاف آزاد حکومت، آزاد اقوال و افکار ابھرے اور بڑھتے بڑھتے ۱۹۲۲ء میں پایہ تکمیل کو پہنچے۔ خدا خدا کر کے مصریوں نے کئی سالوں کی غلامی سے نجات پائی اور عربی زبان نے پھر ایک دفعہ زندگی کا سانس لیا۔

پنولین کا مصر پر حملہ:

تاریخ الاشماء
المصر لنوی کے

مطابق افسانہ کی ابتدا نپولین کے حملۂ مصر کے بعد شروع ہوئی جو ۳؍ دسمبر ۱۷۹۸ء کو ہوا۔ اس وقت تک مصر یورپی کلچر اور اس کی تہذیب و تمدن سے آگاہ نہ تھا کیونکہ مصری لوگ مغربی تمدن کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے

۵ آئینِ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پر اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

یورپی اقوام کے مصر میں داخل ہونے کے بعد بھی مصری اپنے بچوں کو ان درسگاہوں میں نہیں بھیجتے تھے جن میں دینی تعلیم نہیں ہوتی تھی۔ اس سے قبل سلطنت پر حکمران عثمانی ترک تھے لیکن عملاً ممالیک سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ شہر کے مشائخ ان کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن چکے تھے۔ وہ انہیں جس طرح چاہتے موڑ دیتے۔ ممالیک پہ دورِ ظلم و ستم کا دور تھا اور علم و ادب کی ترقی کی راہیں مسدود ہو کر رہ گئیں۔ اسی دوران طاعونی وبا کے پھوٹ پڑنے سے شہر کی آبادی کم ہوگئی۔ اس بے سروسامانی اور دگرگوں حالات سے فائدہ اٹھا کر نپولین مصر میں داخل ہوا۔ اس نے ممالیک کے جور و ستم کو زائل کرنے کی کوشش کی۔ مصر پر قبضہ کے فوراً بعد اس نے ثقافت اور علم و ادب پر خاص توجہ دی تاکہ مصری قوم خوابِ غفلت سے بیدار ہوکر مغربی تمدن سے روشناس ہوسکے۔ لہٰذا وہ ہمراہ علم جغرافیہ، ہندسہ، کیمیا، نقاشی اور فنِ مصوری کے بہت سے ماہرین کی ایک جماعت لایا۔ یہیں سے عربی ادب کی ابتدا ہوئی۔ مشہور مستشرق ہیوتھ HEYWOTH کے چند الفاظ اس مفہوم کو یوں ادا کرتے ہیں:

"THE FRENCH INVISION IN 1798 IS THE TURNING POINT IN THE HISTORY OF MODERN EGYPT. THIS EVENT SUDDENLY BROUGHT THE EGYPTIONS IN CONTACT WITH A DICIPLIENED WESTERN MILITERY ORGANISATION WITH UP TO DATE EQUIPMENT AND ACCOMPANIED BY THE PICK OF SCHOLARS, TRAINED MEN AND EXPERTS.

(AN INTRODUCTION TO THE STUDY OF EDUCATION AND LITRATURE IN THE MODERN HISTORY IN MODERN EGYPT P. 94)

علمی کارنامے:

۱۔ ماہرین کی اس جماعت نے پہلے پہل فرانسیسی بچوں اور مصریوں کو تعلیم دینے کی خاطر سب سے پہلے دو مدرسے کھولے جن میں فرانسیسی اور عربی دونوں زبانوں کی تعلیمی سرگرمیاں شروع ہوئیں۔

۲۔ نپولین سب سے پہلے مصر میں پریس لایا، جس میں عربی، ترکی، یونانی، لاطینی اور فارسی رسم الخط بھی لکھے جاتے تھے۔ ایضاً ص ۹۹۔ پریس کا انتظام یوحنا یوسف مارسیل کے سپرد تھا۔ اس نے دو فرانسیسی رسائل نکالے تاکہ لوگوں کو مغربی تہذیب و تمدن سے بہرہ ور کرائے۔ پہلا رسالہ بریدالمصر LET COURISH DE EGYPT تھا۔ یہی وہ رسالہ ہے جو سب سے پہلے نکلا۔ دوسرے کا نام العشاری المصری {LA DEAL EGYPTION} تھا۔ ایک رسالہ عربی زبان میں شائع ہوا جس کا نام جرجی زیدان نے تنبیہ لکھا ہے اگرچہ یہ پہلا رسالہ عربی زبان میں تھا مگر یہ صرف فوجی ضروریات کے لئے تھا — عوام الناس کے لئے "الوقائع المصریہ" تھا۔ اس رسالہ کی انشا پردازی کا کام زمانے کے مشہور ادیب اسمٰعیل خوث کے سپرد تھا۔ حکومت جو احکام صادر کرتی اسمٰعیل عربی ترجمے کے ساتھ اس جریدے میں شائع کر دیتا۔ اس جریدے نے لوگوں کے اذہان و قلوب کو چونکا دیا۔ اور مصر میں سیاسی و علمی تحریکیں پیدا ہوئیں۔ نپولین تین سال سے زیادہ مصر میں قیام نہ کر سکا اور ۱۸۰۰ء میں مصر چھوڑنا پڑا۔

نپولین کے کوچ کے وقت عثمانی اور ممالیک آپس میں برسرِپیکار تھے۔ عثمانیوں نے فرانسیسی فوج سے مقابلے کے لئے ایک فوج ارسال کی جس میں محمد علی بھی شامل تھا۔

اس دوران علمی جماعت نے تاریکی میں روشنی کا کام کیا۔

نپولین نے خالی ران کو لکھا تھا کہ وہ دن دور نہیں جب ہم یہ محسوس کریں گے کہ انگلستان کی تسخیر کے لئے مصر پر قبضہ ضروری ہے لہٰذا اس نے پوری لگن اور محنت سے کام کیا۔

اس عظیم القدر کے ساتھ آنے والی جماعت جنگوں اور ہنگاموں کے باوجود تمدن اور علم کے بیج بو رہی تھی۔ ایک علمی اکادمی علمی تحقیقات کے لئے بنائی گئی۔ رصدگاہیں اور متعدد کیمیاوی معمل تعمیر کئے گئے۔ تاریکی کے گھپ اندھیروں میں روشنی کی کرن نمودار ہوئی۔ مصری افق سے تاریکی کے بادل چھٹ گئے۔ لوگوں کو احساس ہوا کہ وہ ۱۹ویں صدی میں ہیں۔

الفاظ اور گولہ بارود:

الحاصل فرانسیسی سرخیل یہ خیال کرتا تھا کہ تحریری الفاظ گولہ بارود سے بڑھ کر طاقتور ہیں۔ فرانسیسی اہلِ علم و تحقیق نے مختلف شعبوں میں کام کیا اور مصر کے حالات اتنی تحقیق و تفصیل سے لکھے کہ ان کا مجموعہ ابھی تک ہماری قیمتی معلومات کا ماخذ ہے۔

اب اگر ہم دعویٰ کریں کہ فرانسیسی مہم جنگی سے بڑھ کر علمی تھی تو یہ کچھ غلط نہ ہوگا۔

محمد علی تختِ مصر پر:

محمد علی کو حسنِ تدبیر اور اصابتِ رائے کی بدولت اپریل ۱۸۰۶ء کو مصر کی ولایت سونپی گئی۔ محمد علی نے تخت پر قدم رکھتے ہی فیصلہ کر لیا کہ ممالیک سلطنت کو ختم کئے بغیر راحت و سکون کا حصول ناممکن ہے۔ ۱۸۱۱ء میں اس نے ممالیک پر حملہ کیا۔ بہادری کی ایک بہترین مثال ہے کہ ان کے چودہ سو آدمیوں میں سے صرف دو اشخاص جان بچا کر جا سکے۔

محمد علی کی دور بین نگاہ نے دیکھ لیا کہ مصر کی ترقی کی راہیں صرف اس صورت میں ہموار ہوسکتی ہیں کہ اس کو مغربی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون سے بہرہ ور کیا جائے۔

عصر محمد علی میں سب سے پہلا وفد:

لہٰذا محمد علی نے ۱۸۰۹ء میں یورپ کی طرف وفود بھیجے جو وہاں جہاز سازی، انجینئرنگ اور طباعت کے فن کو حاصل کرتے رہے۔ جب وہ واپس لوٹے تو وہ ماہرین فن و علم و ادب تھے۔ اور دوسرے فضلاء کو ہمراہ لائے۔ سب سے پہلا وفد اٹلی بھیجا گیا۔

اس کے علاوہ مصری نوجوانوں کو تعلیم کی خاطر پیرس بھیجا گیا۔ سب سے پہلا طالب علم عثمان آفندی نورالدین تھا اور علم طباعت کے حصول کے لئے روم جانے والا طالب علم لاموسی تک تھا۔ ملک میں بے شمار مدارس کی بنیادیں رکھی گئیں۔ سب سے پہلا مدرسۃ الھندسیہ تھا کہ جسے محمد علی نے کھولا۔

"An introduction to the education and litrature of modern Egypt" P.1.7

ان مدارس میں مغربی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا ساتھ ہی چھاپہ خانہ کا دور شروع ہوا۔ سب سے پہلا چھاپہ خانہ جس کی بنیاد محمد علی نے ۴ نومبر ۱۸۲۱ء میں رکھی المطبعۃ الاہلیۃ تھا۔ پھر مطبعۂ بولاق کھولا گیا اور اس کا پہلا نگران نقولا ساٹکی مارونی تھا۔

مختصراً محمد علی نے شہروں اور بستیوں میں مختلف مقاصد کے پیش نظر مدارس کھولے اور لوگوں کو ان کو جبراً تعلیم دی کیونکہ لوگ تعلیم کو ناپسند کرنے کی بجائے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ ہزاروں طلباء کو حکومت کی طرف سے سہولتیں دی گئیں اور انہیں مختلف عہدوں پر فائز کیا گیا۔

ترجمے کا دور:

جون ۱۸۳۶ء میں ترجمے کا دور شروع ہوا۔ ۱۸۳۶ء ہی میں مدرسۃ الترجمہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا بعد میں اس کا نام "مدرسۃ الالسنہ" کر دیا گیا Languest کر دیا گیا۔

"An introduction to the study of education and litrature in modern Egypt"

اس کے جنوری ۱۸۳۶ء تک ابراہیم آفندی ڈائریکٹر رہے۔ اس کے بعد رفاعہ بک طھطاوی اس کی جگہ مقرر ہوئے۔

۱۸۴۸ء میں محمد علی پاشا نے اپنے بیٹے ابراہیم کو ولی عہد بنایا مگر وہ سات ماہ قبل فوت ہوگیا۔

عباس الاول اور سعید بن محمد علی نے محمد علی کے کارناموں پر پانی پھیر دیا۔ ان کی علوم و فنون میں بے توجہی اور عدم دلچسپی کی وجہ سے علمی بیداری کی آگ سرد پڑگئی۔ مدارس میں قفل لگ گئے۔ کارخانے بند ہوگئے۔ افراتفری کا دور ایک مرتبہ پھر عود کر آیا۔

محمد علی کے جانشین عباس پاشا اور سعید کا دور:

محمد رفعت اس افسوسناک پوزیشن کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:۔

"وفی عصر عباس باشا اقفلت المدارس والمعاهد وانتهت المصانع والآلات وهرمت ثقافت العربية وعرضت هي واسلحتها للبيع۔ واعتزل كثيرون من كبار الموظفين و فضلوا الاستحقاق والاستحقاق بخدمة حكومت العثمانية على مافيه عمود وانانية وتعصب وتحكيم الشهوات" تاریخ مصر السیاسی ص ۱۴

مصر کے علمی سوتے اسماعیل بن ابراہیم بن محمد علی پاشا کے عہد تک مدہوشی کا شکار تھے۔ مقام ازل نے اس افسوسناک حالت سے بچایا۔ اسماعیل کو ۱۸۶۳ء میں تخت نشین ہو کر اس میں نئی روح پھونک دی اور عہد اسماعیل

علم و ادب کی انتہائی ترقی کا دور

تھا۔ اسماعیل نے بہت سے مدارس کھولے تعلیم و تدریس کی خاطر مغرب سے ماہرین بلوائے "نظارۃ المعارف" وزارت تعلیم کی بنیاد رکھی۔ اس نے عربی زبان کو تمام تعلیمات کی اساس اور اصل قرار دیا۔ لہٰذا اس کا تخلص خدیوی رکھا گیا۔ اسماعیل کے عہد میں علمی و ادبی، زرعی، سماجی۔ دینی، اخلاقی غرضیکہ ہر پہلو میں بے انتہا ترقی ہوئی۔

اسماعیل بھی محمد علی کی طرح جانتا تھا کہ علمی بیداری ہی صحیح معنوں میں قومی وقار کی اساس ہے اس کی خاطر اس نے اپنی زندگی کو وقف کر دیا اور مصر کو ہر لحاظ سے جدید سے جدید تر بنا دیا۔

محمد رفعت اسماعیل کے دور میں علم و تمدن کی ترقی کے متعلق رقم طراز ہیں:۔

"ثم جاء اسماعيل فاوجد نهضة علمية حقيقية في البلاد لانه كمحمد على كان يعتبر التعليم الاساس الصحيح لترقى الوطنى الحقيقي۔ غير ان محمد على بسبب اغراضه السياسية المتفضلة اهمية بالتعليم من حسين انه ازد لازمة لتحسين الجيش اولا۔ اما الاسماعيل فضى معنى التعليم لذاته ولم يكن له دافع على النهوض به سوى حب الرقي في البلاد وقد ساعد الخديوي على تحقيق العلم والثقافة" تاریخ مصر السیاسی جلد ۲ ص ۴۷،۳۹

چنانچہ محلوں مدرسوں اور باغات کی شکل میں بے شمار عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ اس کے عہد میں بے شمار کتب تصنیف میں لائی گئیں۔ اسماعیل کو علم و ادب سے دلچسپی تھی۔ اسماعیل کے خیال میں علم و ادب ہی ایک ایسی شے تھی جس کے مقابلے میں فوجی طاقتیں سرنگوں ہو جاتی ہیں۔ اس کے علمی و ادبی شوق کی مثال نہیں ملتی۔

اسماعیل کے بعد اس کا بیٹا ۱۸۷۹ء میں تخت نشین ہوا۔ اس دوران انگریزوں کے

اقتدار نے ایک دفعہ پھر بڑھنے اور پھیلنے کی ناکام جسارت کی مگر اسماعیل کی شاندار کوششوں کے بل بوتے پر پھر حقوق و فرائض سے آگاہی کا لاوہ الثورۃ الاعرابیہ کی صورت میں پھوٹ نکلا۔ الثورۃ الاعرابیہ مغربی اثر و رسوخ کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے مشرقی تہذیب و تمدن اور دینی و اخلاقی قدروں کی ایک دیوار تھی جس کا مقصد و مطالبہ:

۱۔ جمہوری حکومت کا قیام
۲۔ آزادی تقریر و تحریر
۳۔ عدل و انصاف کا مطالبہ
۴۔ علمی و ادبی وسائل کا فروغ تھا۔

مسلم ثقافت:

مصر کی ثقافت صرف تعمیر و فنون تک محدود نہ تھی۔ اس نے علوم کے ہر میدان میں نامی گرامی علماء پیدا کئے۔ انہیں میں ابوالہیثم پیدا ہوا جسے مغربی مصنف M. HAZEM کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ ۹۶۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۰۳۸ء میں فوت ہوا۔ ریاضی، علم ہیئت، فلسفہ اور طب پر اس کی ایک سو سے زیادہ کتب بتائی جاتی ہیں مگر اس کی سب سے اعلیٰ درجے کی کتاب بصریات کے علم پر ہے۔ یورپ کے وسطیٰ اور عہد احیا RENAISSANCE کے قریب سبھی اہل علم اسی کتاب پر تکیہ کرتے ہیں۔ روجر بیکن ROGER BACON لیونارڈو دا اور کیپلر اسی کے حوالے دیا کرتے ہیں۔ کلان میں شیشے کا اصول ابن الہیثم نے یورپ سے کئی صدی پہلے دریافت کیا جب وہ کال کوٹھڑیوں میں قید رہا تو مصائب کے ایام میں بھی اندھیرے میں عکس بنانے کا کام اور فائدہ دریافت کیا، آئندہ عکسی تصویر کی بنیاد بنا۔ اس کتاب کے لاطینی ترجمے کئے گئے اور یورپ کی یونیورسٹیوں میں طویل عرصے سترھویں صدی عیسوی تک نصابِ تعلیم میں شامل رہی۔

تفسیر قرآن، فقہ، حدیث اور خالص علوم اسلامیہ پر کام کرنے والے مصریوں نے بے نظیر خدمات سرانجام دیں حتیٰ کہ عہد حاضر میں بھی ماخذ اور مراجع ہیں۔

اعلیٰ درجے کا مؤرخ المقریزی ۱۳۶۴ء - ۱۴۴۲ء کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مقالات اور بے شمار کتب شامل ہیں۔

زبان عربی شام میں:

جن ایام میں مصر کے محمد علی پاشا اپنی سرزمین سے جہالت کے خلاف جہاد میں مصروف تھے، اسی دوران امیر بشیر شہابی فرانسیسی اور امریکی عیسائی مبلغین کی امداد سے شام میں ادبی خدمات کا سنہری کارنامہ سرانجام دے رہے تھے۔ انہوں نے مدرسے بنوائے۔ پریس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مختلف رسائل چھپوائے گئے۔ پریس اور اداکاری کو فروغ حاصل ہوا۔ مذکورہ بالا تمام امور میں عربی ہی ذریعہ تعلیم اور باعث ترقی تھی۔

القاھرہ:

خاندان فاطمیہ کے حکمران جوہر الثقلی نے قاہرہ کی بنیاد کیسے رکھی۔ یہ ایک الگ تفصیل طلب اور دلچسپ لطیفہ ہے۔ (ہمارے موضوع سے علیحدہ ہونے کی وجہ کے علاوہ طوالت سے ہم رقم نہیں کرتے) بہرحال ۱۸۳۹ء تک قاہرہ میں بڑے بڑے چھ مدارس تھے جن میں سے

۱۔ المدرسۃ التجھین والحربیہ
۲۔ مدرسۃ الطب والصیدلہ
۳۔ مدرسۃ الکیمیاء العلمیۃ
۴۔ مدرسۃ الفرسان
۵۔ مدرسۃ الطب الحیوان
۶۔ مدرسۃ الھندسۃ
۷۔ مدرسۃ الزراعۃ
۸۔ مدرسۃ الولادۃ
۹۔ مدرسۃ الارادۃ
۱۰۔ مدرسۃ الالسن والترجمہ
۱۱۔ مدرسہ الصنائع والفنون وغیرہ ذالک

تقریباً ۹ ہزار طلباء تھے جن کے خرچ و اخراجات حکومت کے ذمے تھے۔

قاہرہ کے معنی غالب۔ سخت کے ہیں اور علم کے میدان میں واقعی غالب اور سخت قاہرہ اسم بامسمّیٰ بنا۔

بہترین شاعری

فنون لطیفہ میں شاعری ایک اہم شے ہے جس میں کمال حاصل کیا گیا۔ جدید شاعری میں لکنت، وحدت کے علاوہ صداقت کے احساس کا اضافہ ہوا۔ ان کی نظم چمکتے موتیوں کی مانند ہوتی ہے۔ مصر بھی عربی ادب کے لحاظ سے اپنی ساری تاریخ میں بہترین شاعری سے مالامال رہا۔ مغربی خیالات نے اس پر مزید اثر ڈالا اور اس کی صورت بہت کچھ بدل گئی۔ شاعری محض الفاظ کی صنعت نہ تھی۔ لفاظی کی قابلیت دکھانے، کسی امیر امراء سے صلے کی امید میں قصیدہ خوانی کرنے کی بجائے واردات قلبی اور ذاتی مشاہدات کا اظہار ہوتی۔ زہیر اسی دور کا معروف ترین شاعر ہے۔

جبری تعلیم:

نپولین کے عہد میں لوگوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر مدرسوں میں لایا گیا۔ اس کے علاوہ تعلیم جبری کا باقاعدہ آغاز ۱۹۲۵ء سے کیا گیا۔ اگرچہ بڑی عمر کے افراد اس کے احاطے میں نہیں آتے اور ناخواندہ رہ گئے۔

جامعہ ازہر:

ازہر کے معنی شگفتہ یا کھلا ہوا کے ہیں زمانہ حاضرہ کی دیگر تمام جامعات کی نسبت یہ صرف دینی علوم کا عظیم ادارہ ہے۔ تہذیب و ثقافت کا منبع۔ فاطمی سپہ سالار جوہر نے اس کی بنیاد ۹۷۳ء میں رکھی۔ بعض دوسرے سلاطین اور بادشاہ اس جامعہ کی سرپرستی کرتے رہے۔ قرون اولیٰ میں مصر کی رائے عامہ صرف ازہر کے فارغ التحصیل افراد ہی بنایا کرتے تھے۔ نپولین نے مصر میں قدم رکھتے ہوئے ہی ازہر کے علماء کو ہمنوا بنا لیا۔ تعلیمی خصوصیات اور شاندار تعلیمی روایات معلم یا شیخ کرسی پر براجمان ہوتا ہے اور اس کے گرد حلقہ طلباء آلتی پالتی مار کر بیٹھتے سبق سنتے ہیں۔

ازہر مصر کی قدیم ترین اور عظیم ترین یونیورسٹی میں سے ایک ہے۔ جوہر الثقلی نے شیعی عقائد کے فروغ کے لئے اس بادر علوم گیتی کی بنیاد رکھی۔

بقیہ ۹، صفحہ ۱۸ پر

امجد علی شاکر ایم۔ اے

"مُفت لگا دی ہے خُونِ دِل کی کشید"

یارو! ہم کیا ڈھیٹ ہیں کہ کیسے دَور سے گذر رہے ہیں۔ حافظ شیرازی کو گلہ تھا کہ اسپ تازی پر پالین ڈال دیا گیا ہے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ گھوڑوں پر گدھے سواری کرتے کرتے اب انسانوں پر سوار ہونے لگے ہیں۔ انسان کے منہ میں لگام دینے کا رواج تو عرصے سے رہا ہے تاکہ اس کے منہ سے سچ نہ نکل جائے اور یہ سچ گدھوں کے لئے بہت تکلیف دہ ہوا کرتا ہے گدھے بھی کیا شان سے انسانوں کی کمر پر سواری کرتے ہیں۔ وہسکی کی بوتل ہاتھ میں تھامی۔ پاؤں میں پائل ڈالی اور جھومتے جھامتے اس انسان کی پشت پر چڑھ گئے کہ جس کے نطق و لب کی بخیہ گری کرلی ہو۔ یارو ہم کیا کیا دیکھیں۔ اب کے احترام رمضان میں ہمارے شہر کے ہوٹل والوں نے ہوٹلوں کے باہر پردے نہیں لٹکائے صرف صاحبانِ اختیار کی نظروں ہی پر پردے ڈال کر بیٹھ گئے ہیں۔ لوگ احترام رمضان کے پیش نظر چھپ کر سگرٹ پینے کی بجائے باہر ڈٹ کر پیتے ہیں اور ہر کش لینے کے بعد احترام رمضان کا ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ چائے پینے والے سر جھکا کر نہیں سینہ تان کر چائے پیتے ہیں۔

یارو ہم نے روزہ خوروں کے احترام رمضان کی بات کی ہے، اب ذرا روزہ داروں کی بھی بات کریں۔ ان لوگوں نے روزے رکھے ہوئے گھر میں نہیں دوکان میں بھی نہیں، زبان پر بھی نہیں معلوم نہیں کہاں رکھے ہوئے ہیں۔ دوکان پر تو بلیک مارکیٹنگ کر رہے ہیں۔ احترام رمضان کے پیش نظر بھاؤ صرف دگنے کئے ہیں۔ احترام رمضان کے ہی پیش نظر چھوٹے موٹے گاہکوں کو لفٹ کرانے کی رسم کہن مٹا ڈالی ہے اور انہوں نے اپنا نعرہ بنالیا ہے

پیو کہ مفت لگا دی ہے خونِ دل کی کشید
گراں ہے اب کے مئے لالہ فام کہتے ہیں

یارو کسی زمانے میں دیسی گھی نامی کوئی شے بھی ہمارے ملک میں پائی جاتی تھی۔ ہم بچے تھے تو بارہا یہ گھی نہ صرف بالفعل دیکھا تھا بلکہ مدتوں اسے ہی کھایا۔ ان دنوں بناسپتی گھی کا نام اجنبی سا تھا۔ اگر کوئی یہ اجنبی چیز گھر میں لاتا تھا تو چھپا کر لاتا تھا۔ پھر وقت بھی کیا آیا کہ اچھے بھلے لوگ بناسپتی گھی پکڑے نظر آنے لگے۔ بڑے بڑوں کو یہ بات اچنبھا محسوس ہوئی۔ ہم نے کہا کہ اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ اس لئے انہیں کچھ نہ کہو یہ وہ لوگ تھے۔

ع ے و نغمہ کو جو اندوہ ربا کہتے ہیں

پھر ہمارے بہت سے اعمال ان کی نظر میں اندوہ ربا بنتے لگے۔ پھر آہستہ آہستہ دیسی گھی نام کی شے دیکھنے کو آنکھیں ترسنے لگیں کسی نے اگر گھی نامی کسی چیز پر دیسی گھی کی تہمت لگا دی تو دوا پنچ نیچے کی اشیاء نے بھرپور تردید کردی یہ سب چلن دیکھ کر دل پر خرابی ہزار گذری مگر کیا کرتے۔ مجبور تھے چپ رہے۔ اب حال یہ ہے کہ دیسی گھی کی ایک آدھ بوند کہیں سے مل جائے تو اس کے دیکھنے پر ٹکٹ لگے۔

بزرگ کہتے ہیں کہ دودھ کے بلونے سے مکھن نکلا کرتا تھا اور یہی مکھن گرم ہو کر گھی بن جایا کرتا تھا۔ بزرگوں کی زبان سے نکلی ہوئی بات تھی ہم نے مان لی۔ مگر اصولی طور پر تجربہ کے بعد ایمان و یقین مستحکم ہوتے ہیں۔ ہم نے کئی بار دیسی گھی کی زیارت کے لئے بزرگوں کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کر دیکھا مگر گھی نہ دیکھ سکے شاید وہ کوئی خاص منتر پڑھتے تھے جس کے پڑھنے سے دودھ سے گھی نکلتا تھا یا وہ دودھ کسی خاص قسم کا تھا۔

ہم نے اپنے تجربات کی ناکامی کا ذکر ایک گوالے سے کیا۔ اس نے کہا کہ "تم جس گوالے سے دودھ لیتے ہو وہ تو کریم نکلوا تا ہے میں کریم نہیں نکلواتا۔ تم کریم نکالنے والے سے پوچھ لو اس لئے میرے دودھ سے گھی نکلے گا۔"

یہ سن کر ہمارا جی بھر کر خوش ہوا۔ ہم نے اس سے فوراً دودھ خریدا۔ اپنی نگرانی میں دھی لگوائی۔ رات کو اس خوشی میں نیند بھی نہ آئی کہ ہم کل صبح گھی دیکھیں گے۔

دوسرے دن ہماری تمام تر مساعی جمیلہ بے سود ثابت ہوئیں اور ہم گھی نہ نکال سکے۔ ہم نے اس تمام واقعے کا ذکر کریم نکالنے والے صاحب سے کیا تو اس نے گوالے کی بات کی تائید کرکے ہمیں حیرت میں ڈال دیا۔ پھر ہمیں یہ واقعہ سنا کر حیرت کے ورطہ سے باہر نکالا۔

مذکورہ گوالا کریم نہیں نکلواتا۔ ایک روز ہمارے اصرار پر وہ کریم نکلوانے آگیا۔ مگر ہماری بھی تمام مساعی بیکار ثابت ہوئیں کیونکہ جھپڑ کا پانی سفید رنگ کا ہو یا بے رنگ اس سے کریم یا مکھن نامی کوئی شے نہیں نکلا کرتی۔ یارو ہم کس کس بات کا ذکر کریں۔ فروٹ والوں نے احترام رمضان کے پیش نظر لوگوں کو روزہ رکھنے یا کم از کم فاقہ کشی

مولانا ابو الحسن علی ندوی سے ملاقات

محمد ظفیر ندوی

اسلام کے اقتصادی نظام کو اپنائے بغیر غربت کو ختم نہیں کیا جاسکتا

گذشتہ ماہ رابطہ عالم اسلامی کے تحت کراچی میں منعقدہ پہلی اسلامی ایشیائی کانفرنس میں شرکت کے لئے بھارت سے مولانا ابو الحسن علی ندوی بھی تشریف لائے تھے۔ مولانا نہ صرف بھارت کی بلکہ پوری اسلامی دنیا کی عظیم اور قابل احترام شخصیت ہیں۔ مولانا کو اسلامی علوم اور حالات حاضرہ پر گہرا اور مکمل عبور حاصل ہے۔ مولانا کراچی سے وطن جاتے ہوئے چند روز کے لئے لاہور میں رکے۔ مجھے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ امروز میں اشاعت کے تصور سے میں نے ان سے چند سوالات کئے۔ انہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیت کے باوجود جوابات عطا فرمائے جنہیں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔

(س) پسماندہ ممالک میں آج سب سے بڑا مسئلہ غربت اور افلاس ہے۔ اندیشہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اگر مروجہ طریقوں سے حل نہ ہو سکا تو پسماندہ مسلم عوام بھی اشتراکیت کی طرف مائل ہوں گے۔ آپ کی رائے میں اسلامی نظام کس طرح دورِ جدید کے بنیادی اقتصادی مسائل کے حل میں معاون ہو سکتا ہے؟

(ج) میرے نزدیک بشمول پسماندہ ممالک تمام دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ اخلاقی انحطاط کا ہے۔ اسی کے نتیجہ میں دولت کی مساوی تقسیم ناپید ہے۔ انسانوں کی اکثریت غربت و افلاس کا شکار ہے اور ایک محدود تعداد کے ہاتھوں میں تمام مادی وسائل و ذرائع سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ردِ عمل کی شکل میں اشتراکیت، اشتمالیت جیسے نظریوں نے جنم لیا۔ ان نظریات کو بہت جلد اس خطۂ زمین پر عملی تجربات کے مواقع نصیب ہوئے لیکن غربت و افلاس، محرومی اور عدم مساوات یہاں بھی ہنوز باقی رہی، البتہ اس نظام میں اس کی شکل کچھ تبدیل ہو گئی ہے۔ جن ممالک نے اشتراکیت کو اپنایا اور اس نظریے پر اپنے ملک اور معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کی، ان ممالک میں بندۂ مزدور کی زندگی قابلِ رشک تو کجا، مرقع عبرت بن گئی ہے۔ جن ممالک میں یہ نظام کارفرما ہے مجھے ان میں سے بعض کی سیاحت کا موقع ملا۔ میں نے وہاں خاک اڑتی اور انسانوں کو مشین کا پرزہ بنتے دیکھا ہے۔ اس نظام کا ایک افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ یہاں ضمیر کی آزادی، اظہار رائے کی آزادی اور جمہور کے جذبات کے احترام کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اشتراکیت کی خیالی جنت اور اس کے زبردست پروپگنڈہ کا شکار ہو کر جو لوگ اس سراب کے پیچھے دوڑتے ہیں جلد ہی انہیں اپنی غلامی اور محرومی کا احساس ہونے لگتا ہے لیکن وہ ایسے آہنی پنجے کی گرفت میں ہوتے ہیں کہ اس سے آسانی سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔

عالمِ انسانیت کی یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے اور دنیا کی اس محرومی کا سبب مسلم ممالک ہیں کہ ہنوز اسلام کے اقتصادی نظام کو آزمایا نہیں گیا۔

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کے مطالعہ اور تجزیہ کے بعد اسلام کے فطری اقتصادیات پر میرا یقین اور بڑھ گیا ہے، لیکن اسلام ہمہ گیر پیمانہ پر جب تک معاشرہ میں کارفرما نہ ہو اس وقت تک اس کی برکات کا پوری طرح ظہور نہیں ہو سکتا۔

(س) اسلام کے اقتصادی نظام میں سود کی حرمت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور تاحال دنیا کے کسی اسلامی ملک میں بھی بشمول سعودی عرب بغیر سود کے بنکاری اور مالیاتی انتظام کا کوئی کامیاب تجربہ نہیں کیا جا سکا۔ آپ اس مسئلے کا کیا حل پیش کرتے ہیں؟

(ج) بلاسودی بنک کا نظام ہی اس مسئلہ کا حل ہے۔ دنیا کے دیگر مسلم ممالک میں اگر ابھی بلاسودی بنکاری اور مالیاتی نظام قائم نہیں ہوا تو بہرحال پاکستان میں اسے عمل میں آنا چاہیئے کیونکہ یہ ملک اسلام کی ایک تجربہ گاہ کے طور پر قائم ہوا ہے۔

(س) سماجی اور اخلاقی زوال آج تمام مسلم معاشروں کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اور تجربہ بتاتا ہے کہ صرف وعظ و تلقین اور پند و نصائح سے یہ برائیاں دور

حکمران طبقے کی اصلاح کیلئے مجدد الف ثانیؒ کے طریق کار کو اپنانا ضروری ہے

نہیں ہو سکتیں۔ آپ اس سلسلے میں کیا حل پیش کرتے ہیں؟

(ج) مسلم معاشرہ کی سماجی اور اخلاقی خرابیوں کو دُور کرنے کے لئے عوامی اور حکومتی دونوں سطح سے منظم کوشش ضروری ہے۔ حکومت اپنی ذمہ داری پوری کرنا اور عوام میں دینی، سیاسی، سماجی، تعلیمی، تنظیمی اصلاح معاشرہ کو ایک مہم (CAMPAIGN) کی شکل میں اور ایک تحریک کی شکل میں شروع کرے۔ ذرائع ابلاغ ریڈیو

پاکستان میں بلاسود بینکاری کا تجربہ ضرور کامیاب ہوگا!

ٹی۔وی۔ ادب وصحافت کے ذریعہ بھی اخلاقی اقدار کے فروغ و اشاعت کا کام لیا جاسکتا ہے۔ جب ان ذرائع سے ایک شخصیت یا کسی غلط نظریے کا اس تکنیک سے پرچار کیا جاسکتا ہے کہ جس سے عوام مسحور ہو جائیں تو انہیں ذرائع سے اسلام کی اعلیٰ اخلاقی روایات اور صالح اسلامی معاشرہ کے قیام میں بھرپور مدد لینے میں کیا چیز مانع ہے۔

(س) اسلام کی تبلیغ اور اسلام کی اشاعت آج بیسویں صدی کے نصف آخر میں وسیع پیمانے پر ہو رہی ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ اس کے باوجود مسلم عوام اسلامی رنگ میں نہیں رنگے جا سکے۔ آپ اس کی کیا توجیہہ پیش کرتے ہیں؟

(ج) آپ کے اس سوال کا جواب میں نے اپنی اس تقریر میں دیا ہے جو اسلام آباد کے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے استقبالیہ میں میں نے کی تھی۔ مسلم ممالک کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ طبقہ جس کے ہاتھ میں زمام اقتدار ہے اس کا یقین اسلام پر سے اٹھ گیا ہے۔ وہ اسلام کے سلسلے میں مخلص نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نظام تعلیم و تربیت میں اس کی نشوونما ہوئی وہ مسلم ممالک کے عوام کے دینی جذبہ اور خدا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت کے ہم آہنگ انہیں ہونے نہیں دیتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جن کے ہاتھ میں وسائل، ذرائع اور ملک و معاشرہ کی باگ ڈور ہے وہ اپنے وسائل سے اسلام کو غالب اور بروئے کار لانے کی برسوں کی کوششوں کو منٹوں میں ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔ دین کا کام کرنے والوں کی راہ میں مزاحمت اور اپنے عوام کو فتح کرنے کی سازش و کوشش میں ان کی تمام توانائی و ذہانت صرف ہو جاتی ہے ہر مسلم ملک کا تقریباً یہی حال ہے۔

میرے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ ایک طرف تو عوام میں دینی شعور اور اسلام سے محبت اور اس پر عمل کا جذبہ عام کرنے کی انتھک کوشش ہونی چاہیئے۔ دوسری طرف حکمران طبقہ کی اصلاح کے لئے مخلص علماء، دیندار شخصیتوں کو بڑی دلسوزی کے ساتھ سعی کرنی چاہیئے۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے طریق کار کو پیش نظر رکھا جائے تو شاید سود مند ہو۔

(س) رابطہ عالم اسلامی کے بارے میں ایک عام تاثر یہ بھی ہے کہ یہ تنظیم اسلامی ممالک میں رجعت پسندانہ نظام برقرار رکھنے کے لئے کوشاں ہے۔ آپ اس تاثر کو کس طرح دور کریں گے؟

(ج) ایک خاص ذہن کے نزدیک ہر وہ بات ہر وہ شخصیت یا تنظیم پر رجعت پسندی کا الزام لگانا ضروری ہے جس میں اخلاق و روحانیت دین و ملت کی سربلندی کا نام آئے۔ اس پراپیگنڈہ کا شکار ہونے کی بجائے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ انسانی دنیا کے وسیع تر مفاد کے لئے کونسا نظریہ، کونسی تنظیم اور کون سا مذہب پیش کرتا ہے۔ جس مذہب نے اس دور میں وحدت انسانی کا تصور پیش کیا جب دنیا قبائل و خاندانی عصبیت کا شکار تھی۔ جس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الخلق عیال اللہ۔ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے یہ نظریہ پیش کیا ہو۔ جس دین نے رنگ و نسل اور امارت و غربت کی تفریق کو عملاً مٹا دیا ہو۔ اس کے نام پر قائم کسی تنظیم کے بارے میں رجعت پسندی کی پھبتی کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے۔

(س) جدید مسلم معاشرہ میں علماء اور عوام کے درمیان خلیج بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ آپ کی رائے میں اس کی کیا وجوہ ہیں اور اس خلیج کو کس طرح پاٹا جاسکتا ہے؟

(ج) عوام سے علماء کا ربط باقی نہیں رہا۔ یہ خیال صحیح نہیں۔ آج بھی عوام کی معتدبہ تعداد علماء کی پیرو ہے اور ان کی آواز پر لبیک کہتی ہے۔ البتہ جدید تعلیمی نظام کے پروردہ لوگوں میں ایک عنصر کو علماء سے مناسبت نہیں۔ اس کی واحد وجہ میرے نزدیک نظام تعلیم کی دوئی ہے۔ ندوۃ العلماء نے آج سے ۸۷ سال قبل نصاب تعلیم میں انقلابی تبدیلیوں اور قدیم صالح اور جدید نافع کے امتزاج کی جو دعوت دی تھی وہ اس کے صاحب بصیرت بانیوں کی مستقبل پر نظر کا نتیجہ تھی۔

(س) آج کل اتحاد بین المسلمین کا غلغلہ ہے مسلم ممالک کے باہمی سیاسی و دیگر اختلافات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس اتحاد کو بروئے کار لاتے اور برقرار رکھنے کے لئے آپ کے ذہنوں میں کیا تجاویز ہیں؟ نیز عالم اسلام کے اتحاد کے معاملے میں ان مسلمانوں کا کیا رول ہو سکتا ہے جو اپنے ملکوں میں اقلیت سے تعبیر ہوتے ہیں؟

(ج) مشترک مقصد اور مشترک مفاد اقوام عالم میں ہمیشہ سے اتحاد کی بنیاد رہا ہے۔ خود عالم اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی مشترک دشمن کا خطرہ درپیش ہوا، عالم اسلام کے منتشر اجزاء اکٹھے ہو گئے۔ باوجودیکہ ان میں آپس میں اختلافات تھے اور متحد ہونے کے بعد بھی رہے۔ بات دراصل ہے صحت مند سوچ کی۔ اگر اس وقت عالم اسلام کو صحیح اور گہرا احساس ہو جائے کہ جاہلیت

عالمی سطح پر پھر سر اٹھا رہی ہے تو اس کے مختلف اجزاء کا اسوقت بھی یکجا ہو کر وہ دیوار بن جانا ممکن اور متوقع ہے جس سے ٹکرا کر تاتاریوں کو اپنی تاریخ کی پہلی شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ رہا مسئلہ اس اتحاد میں مسلم اقلیتوں کے رول کا، میں سمجھتا ہوں پچھلی ایک صدی کی تاریخ عالم کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ کئی ملکوں میں اقلیتوں نے اپنی حدود میں رہ کر اور بعض وقت اپنی حدود سے تجاوز کر کے اپنے اپنے دین اور مذہب کی بڑی خدمت کی۔ اقلیتوں کے لئے حدود سے تجاوز کرنا میں بہرصورت کسی طرح جائز نہیں سمجھتا کیونکہ جائز حدود اتنی وسیع ہیں کہ ان میں کام کیا جا سکتا ہے اور اس کام میں ملکی مفاد سے قطعاً ٹکراؤ کا امکان نہیں۔

(س) بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ مسلم معاشروں کے انحطاط کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دورِ جدید کے علماء کرام تزکیہ نفس کی راہ سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ اسے کس حد تک صحیح خیال کر

(ج) تزکیہ نفس سے آپ کی مراد اگر کردار کی بلندی نیت کا خلوص اور عزم کی پختگی اور قربانی کا جذبہ ہے تو میں کہوں گا کہ ان عناصر سے متصف ہونا ضروری ہے اس میں عالم اور غیر عالم کی تخصیص نہیں، لیکن میں پورے طور پر اس مفروضے سے متفق نہیں کہ دورِ جدید کے علماء تزکیہ نفس سے دُور ہوتے جا رہے ہیں کہیں کہیں یہ مفروضہ درست ہو سکتا ہے لیکن ہر جگہ نہیں۔

بقیہ: تلخ و شیریں

کو فروغ دینے کا بھرپور پروگرام بنا لیا ہے۔ انہوں نے فروٹ کی وہ قیمتیں مقرر کر دی ہیں کہ ہماشما کا یہ قیمتیں سنتے ہی دل ڈوبنے لگتا ہے۔

یارو بجلی والوں کے ذکرِ خیر کے بغیر تو بات ادھوری ہی رہے گی۔ ہم ان کی عبادت و ریاضت سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ ہمیں ان کی عبادت و ریاضت کا یوں علم ہوا ہے کہ انہوں نے لذات دنیوی کو تقریباً ترک کر دیا ہے اور دنیا داری کے دھندوں سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ اس بات کا ہمیں بجلی کے نظام سے ہی پتہ چل سکتا ہے کیجئے حضرات! کیا آپ کو نہیں پتہ؟ اور ہاں کپڑے والوں کا ذکر خیر ہم نہیں کرتے کیونکہ ہم ڈر کے مارے ان تک گئے ہی نہیں۔

یارو اب تم خود ہی بتاؤ کہ ہم اپنے شہر ناپرساں کو کیا نام دیں۔ بہت سوں نے تو ہمیں ہی نام رکھنے کا اختیار دے دیا ہے ؎

ہم سے کہتے ہیں چمن والے غریبانِ چمن
تم کوئی اچھا سا رکھ لو اپنے ویرانے کا نام

بقیہ: جدید عربی ادب

اور جس میں تعلیم کے لئے چوٹی کے علماء اور فقہاء کو بلا لیا۔ ان کی معاشی کفالت، ہر قسم کی آسائش اور آرام و سکون کے سامان مہیا کئے۔ شیعی خرافات اور اسلام کے مخالف ANTI-ISLAMIC عقائد اور بدعتوں کو مروج کیا۔

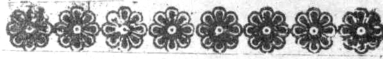
بعد ازاں عزیز باللہ کا وزیر یعقوب بن کلس قاہرہ آیا۔ یہودیت سے مسلمان ہوا۔ اس نے اساتذہ کی تنخواہیں بڑھائیں۔ جامعہ کے قریب ان کی سکونت کے لئے مکانات تعمیر کئے۔ یہ فقہاء ہر نماز کے بعد شیعی فقہ کا درس دیا کرتے۔ لغوی نحوی اور مناظرہ میں طاق تھے۔

دو عظیم احسان:

جامعہ ازہر کے عظیم ترین احسانات میں سے عربی زبان کو ختم ہونے سے بچانے کا احسان ہے جس نے ترقی و نشوونما میں مدد دی۔

۲۔ دوسرا عظیم احسان غیر ملکی زبانوں کا ترجمہ کرانے کے لئے ازہر نے مرکز کا کام دیا۔

شہر سے — ترتیب قمر ہاشمی



این ڈی پی کے داخلی انتشار نے پی این اے سے علیحدگی پر مجبور کیا ہے



حکومت میں قومی اتحاد کی شمولیت محض بہانہ ہے

جمعیت علماء اسلام اور قومی اتحاد بلوچستان کے سیکرٹری اطلاعات حافظ حسین احمد نے این ڈی پی کے محمود عزیز کرد کے اس بیان کو مضحکہ خیز قرار دیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ جمعیت کا اتحاد کالعدم نیپ کے ساتھ تھا نہ کہ این ڈی پی کے ساتھ انہوں نے کہا کہ قومی اتحاد کے مرکزی پارلیمانی بورڈ میں جمعیت اور این ڈی پی نے بلوچستان اسمبلی کی ۴۲ سیٹیں مشترکہ طور پر لی تھیں۔ این ڈی پی کی نائب صدر بیگم نسیم ولی خان نے وہاں یہ موقف اختیار کیا تھا کہ جمعیت اور این ڈی پی کا معاہدہ ہے اس لئے وہ ان سیٹوں کو خود آپس میں تقسیم کریں گے۔ محمود عزیز کرد نے بھی یہی موقف اختیار کیا تھا اور اب انہوں نے یہ الزام تراش کر حقائق کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک این ڈی پی کے قومی اتحاد سے علیحدگی کا تعلق ہے تو این ڈی پی نے حکومت میں پی این اے کی شمولیت کو محض بہانہ بنالیا ہے دراصل این ڈی پی اپنے اندرونی خلفشار اور سیکولرزم پر یقین رکھنے والے افراد کو پارٹی میں شامل کرنے کے لئے پی این اے سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور تھی جہاں تک جمعیت کے آزاد امیدواروں کا تعلق ہے تو این ڈی پی والے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ انہوں نے کتنے امیدواروں کو آزاد حیثیت سے کھڑا کیا تھا۔ حافظ حسین احمد نے کہا کہ ہم جوابی بیانات دے کر حالات کو خراب کرنا نہیں چاہیئے لیکن عوام کو صحیح صورت حال بتانے کے لئے اصل حقائق کی جانب نشاندہی ضروری ہے!

ضلع قلات بلوچستان کی بااثر شخصیتوں کی جمعیت علماء اسلام میں شمولیت

قلات! علاقائی مسائل کے سلسلہ میں مولوی محمد صدیق شاہ ضلعی صدر پاکستان قومی اتحاد قلات و جوائنٹ سیکرٹری بلوچستان جمعیت نے علاقہ منگیر ضلع قلات کا دورہ کیا ان کے ہمراہ نواب زادہ میر امان خان زہری حکیم عبدالمجید سیکرٹری اطلاعات اور حاجی خیر جان مینگل بھی تھے۔ عوام نے اپنے مسائل سے انہیں آگاہ کیا جن میں بجلی کی سپلائی اور ڈسپنسری میں ادویات کی کمی شامل ہے مولوی محمد صدیق شاہ نے انہیں یقین دلایا کہ ان کے مسائل کو اخبارات اور دیگر ذرائع سے حکام بالا تک پہنچایا جائے گا اس کے بعد علاقہ کے مشہور سیاسی رہنما اور بااثر شخصیتوں میں سے میر محمد حیات لانگو اور میر فیض محمد لانگو نے اپنے برادری اور قوم کے سینکڑوں افراد کے ساتھ جمعیت میں شمولیت کا اعلان کیا۔ ان کی شمولیت کے بعد بیس ہزار افراد پر مشتمل علاقہ منگیر میں اب دوسری تمام پارٹیوں کا وجود ختم ہوگیا ہے اور یہاں کے عوام اب ۱۰۰ فیصد جمعیت العلمائے اسلام کے ساتھ ہیں مولوی محمد صدیق شاہ نے ان کی شمولیت پر خوشی کا اظہار کیا اور کہا ہے کہ ان کی شمولیت سے جمعیت کو کافی تقویت ملی ہے اور بلوچ علاقوں میں جمعیت اور بھی مضبوط ہوئی ہے۔ میر محمد حیات لانگو نے جمعیت میں شمولیت اختیار کرنے پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت میں شمولیت ہماری خوش قسمتی ہے یہی ایک جماعت ہے جس کے رہنما سے لے کر ایک ادنیٰ کارکن تک عملی طور پر عوام اور دین اسلام کی خدمت کر رہے ہیں اور انگریزوں سے لے کر آمر حکمرانوں تک سب سے جمعیت کے رہنما عوام کے حقوق اور اسلامی نظام کے لئے لڑتے رہے ہیں اور آج بھی عوام کے حقوق کیلئے جمعیت کے کارکن پیش پیش ہیں!

جمعیت العلمائے اسلام تحصیل قلات بلوچستان کا اجلاس

قلات (سیاسی سرگرمیوں سے پابندی ہٹائی جانے کے بعد نماز جمعہ کے بعد جمعیت العلمائے اسلام تحصیل قلات کا ایک اجلاس زیر صدارت مولانا سید نذر حبیب صاحب منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں کارکنوں نے شرکت کی اجلاس سے صوبائی جوائنٹ سیکرٹری مولوی محمد صدیق شاہ نے تنظیمی امور کے موضوع پر خطاب کیا انہوں نے پی این اے کی حکومت میں شمولیت اور این ڈی پی کی پی این اے سے علیحدگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی کارکنوں نے مفتی صاحب کے بصیرت آموز فیصلہ پر اعتماد کا اظہار کیا اور اس سمجھوتہ کو اسلامی نظام کے نفاذ کے طرف اہم قدم قرار دیا شاہ صاحب نے کارکنوں کو تلقین کی کہ وہ گلی گلی اور کوچہ کوچہ جاکر عوام کو اس فیصلہ سے باخبر کریں نیز علاقائی مسائل سے معلومات حاصل کر کے جمعیت کے دفتر میں جمع کرا دیں۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ عوام کے مسائل سے باخبر رہنے کے لئے اور عوام کی خدمت کرنے کے لئے ہر جمعہ کو نماز کے بعد جمعیت کے دفتر میں شہری اور دیہاتی کارکنوں کا اجلاس ہوگا اجلاس میں درج ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ ملک میں جتنا جلد ممکن ہو سکے اسلامی نظام قائم کیا جائے اور عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کیا جائے۔

۲۔ ذکری فرقہ کے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کی فہرستیں مسلمانوں سے الگ بنائی جائیں۔ نیز کوہ مراد کے حج پہ پابندی لگائی جائے۔ اجلاس میں این ڈی پی اور بی ایس او کی پالیسی پہ نکتہ چینی کی گئی کہ وہ ذگریوں کی کھل کر حمایت کر رہے ہیں۔ ان کے حالیہ دورہ مکران میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے۔

۳۔ عوام سے رابطہ قائم کرنے کے لئے پی این اے کے دفاتر میں دفتر شکایات قائم کیا جائے تاکہ عوام سے رابطہ قائم ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل حل ہو سکیں۔

۴۔ انگریزوں کے وقت کے کالے قوانین جرگہ سسٹم کو ختم کیا جائے۔

۵۔ بلوچستان کے دیہی علاقوں کے پینے کے پانی کا مسئلہ فوری طور پہ حل کیا جائے۔

۶۔ کچی لکڑی پہ سے پابندی فوری طور پہ ختم کی جائے۔

۷۔ ضلع قلات کے علاقوں کو تھرمل گدو بجلی لائن سے ملایا جائے۔

۸۔ دیہاتوں کی سڑکوں کو مرمت کے لئے بلڈوزر فراہم کیا جائے۔

۹۔ سرکاری رقوم کو خرد برد ہونے سے بچانے کے لئے پی این اے کے ورکروں پر مشتمل ہر جگہ کمیٹیاں قائم کی جائیں جو رقم بھی خرچ کرنی ہو کمیٹی کے اجازت سے لی جائے تاکہ کمیٹی کام کا جائزہ لے سکے اور سرکاری فنڈ ضائع ہونے سے بچ جائے۔

وزراء ہر جگہ قومی اتحاد سے رابطہ قائم کریں — راؤ محمد اسلم خان

جمعیت علمائے اسلام ضلع ملتان کے رہنما جناب راؤ محمد اسلم خاں نے اپنے حالیہ بیان میں نئی وفاقی کابینہ میں پاکستان قومی اتحاد کی شمولیت کو پاکستان کی بقاء کے لئے ازحد ضروری قرار دیا ہے اور اس امید کا اظہار کیا ہے کہ جس خلوص کے ساتھ موجودہ کابینہ تشکیل دی گئی ہے وہ موجودہ ملکی مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

انہوں نے وزراء کو مشورہ دیا کہ وہ ملکی دورے کریں عوام سے براہ راست رابطہ قائم کریں اور ہر جگہ پاکستان قومی اتحاد کے کارکنوں کو اعتماد میں لے کر عوام کی مشکلات معلوم کریں۔ اس طرح جہاں وہ نوکر شاہی کی سازشوں سے محفوظ رہیں گے وہاں وہ صحیح معنوں میں ملک اور قوم کی خدمت کر سکیں گے اور رشوت خور بلیک مارکیٹ، اسمگلر اور ذخیرہ اندوز قومی بحران کا پتہ لگایا جا سکے گا۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کا فرض ہے کہ شجاع آباد کے واقعہ کی صرف تحقیقات کرا کر ہی مطمئن نہ ہو جائے بلکہ ان اسباب و علل کا سدباب کرے کہ جن کی وجہ سے شجاع آباد کے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں اور ان اسباب کے پیدا کرنے والے ہاتھ توڑ دیے جائیں تاکہ ان کی فتنہ سامانیوں سے ملک و قوم محفوظ رہ سکے۔

الفلم

—— محمد عالم جاوید۔ ناظم جمعیت علماء اسلام ضلع ملتان

وزراء جماعتی تشخص کی بجائے اتحاد کو اجاگر کریں!

کراچی (پ ر) جمعیۃ علماء اسلام لیاری کے رہنما امیر زادہ خان سواتی نے ایک بیان میں قومی اتحاد کے سربراہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب سے درخواست کی ہے کہ وہ فوجی حکومت اور قوم کے وسیع تر مفاد میں قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کو اس بات کا پابند رکھیں کہ وہ بلا وجہ کی بیان بازی کے ذریعہ ایک دوسرے کے نقائص نکالنا بند کر دیں۔ ایسے عہدیداروں کو جماعتوں کے عہدوں سے برطرف کیا جائے جو کہ قومی اتحاد میں رہتے ہوئے اتحاد کے خلاف مورچہ لگائے ہوئے ہیں نیز وزراء کرام اپنے بیانات میں جماعتی تشخص کی بجائے قومی اتحاد کو اجاگر کریں۔

سول حکومت نظام مصطفیٰ کو فوراً نافذ کرے

کراچی (پ ر) جمعیۃ علماء اسلام کراچی شہر کے رہنما حافظ ضیاء الاسلام قریشی نے ایک بیان میں قومی اتحاد کے اشتراک سے تشکیل پانے والی پہلی سول حکومت کے قیام پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وفاقی کابینہ کو چاہئے کہ وہ ماضی میں ظالم بھٹو کی حکومت کی طرح اپنے اجلاس کو طول دے کر عوام کا مزید امتحان نہ لیں بلکہ فی الفور ملک میں

مکمل طور پر نظام مصطفےٰ کو برپا کر دیں جو پوری قوم کا واحد مطالبہ ہے اور جس کے لئے قوم نے گزشتہ برس بڑی بے جگری سے قربانیاں دیں۔ انہوں نے کہا کہ خاص طور پر سب سے پہلے ذرائع ابلاغ ریڈیو اور ٹی وی کو مسلمان بنایا جائے کیونکہ ان اداروں پر بے دین کمیونسٹوں کا مکمل کنٹرول ہے جو قوم کو اسلام سے برگشتہ کر رہے ہیں ــــ!

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

گزشتہ دنوں جمعیت علماء اسلام کے رہنما راؤ محمد اسلم خاں اور حکیم محمد عالم نے اپنے مشترکہ بیان میں حضرت مولانا عبد الہادی صاحب دین پوری کی وفات کو عالم اسلام کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے اور آج ہم جد وجہد آزادی کے ایک عظیم جرنیل سے محروم ہو گئے ہیں۔

تحریک ریشمی رومال اور حضرت سندھی کی جد وجہد آزادی کا ایک باب ختم ہو گیا ہے ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ کریم مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی کوتاہیوں کو درگزر فرمائے اور ہم مسلمانوں کو حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور حضرت سندھی کے نواسے جیسے عظیم قائد اور بزرگ حضرت مولانا عبد الہادی جیسی متبادل قیادت نصیب فرمائے۔

انہوں نے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا بھی اظہار کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے!

آزاد کشمیر کے بعض بدکردار لوگوں کا محاسبہ باقی ہے

باغ آزاد کشمیر جمعیت علماء آزاد جموں و کشمیر کے مرکزی ناظم مولانا نذیر فاروقی نے ایک بیان میں کہا کہ آزاد کشمیر کے بعض بدکردار لوگوں کا ابھی تک محاسبہ باقی ہے جن میں سرفہرست پیپلز پارٹی کے لیڈر کرنل نقی خاں سابق مشیر وزیر اعظم آزاد کشمیر ہیں کرنل نقی موصوف دفتر میں جانے والے ہر آدمی سے پیپلز پارٹی میں شمولیت کا عہد لے کر اس کے ساتھ بات کرتے تھے اور مظفر آباد فارسٹ ریسٹ ہاؤس میں جس بدکرداری کا انہوں نے مظاہرہ کیا تھا وہ... مظفر آباد کے سب لوگ جانتے ہیں ایسے بدکردار شخص کا اس وقت تک محاسبہ نہ ہونا عوام کے لئے تشویش کا باعث ہے۔ مولانا فاروقی نے کہا کہ آزاد کشمیر میں محاسبہ کے ساتھ نوکر شاہی اور انتظامیہ کی تطہیر بھی ہونی چاہیئے کیونکہ آزاد کشمیر کی نوکر شاہی نے ہمیشہ اپنے مخصوص ذاتی مفادات کے لئے علاقائی اور قبائلی مسائل پیدا کر کے مستحق عوام کو ضروریات زندگی سے محروم رکھا ہے۔

دنیائے علم و عمل اداس ہے

مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کے صدر مرکزیہ مولانا عبد الشکور صاحب دینپوری اور مرکزی ناظم اعلیٰ سید عبد المجید ندیم نے بقیۃ السلف حضرت مولانا عبد الہادی دین پوری کی وفات پر اپنے گہرے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا مرحوم کی موت کو ملک و ملت کا ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔ انہوں نے مولانا مرحوم کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا اور دعا کی کہ رب العزت حضرت کو کروٹ کروٹ رحلت نصیب فرمائے اور ہم سب کو اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلائے۔ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کے ایک ہنگامی اجلاس میں مولانا کے انتقال پر قرارداد تعزیت پاس کی گئی ہے۔

اظہار تعزیت اور قرآن خوانی

حیدر آباد۔ جمعیۃ علماء اسلام حیدر آباد کے رہنما قاری محمد عنایت اللہ قریشی کی جانب سے مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن میں ممتاز عالم دین پیر طریقت ولی کامل حضرت مولانا عبد الہادی دین پوری کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوئی۔ آخر میں قاری محمد عنایت اللہ قریشی نے کہا کہ مولانا عبد الہادی دین پوری کی وفات ملت کا عظیم نقصان ہے اور علماء حق ایک عظیم سرمایہ سے محروم ہو گئے ہیں علماء حق یتیم ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مولانا عبد الہادی دین پوری نے اپنی تمام زندگی دین اسلام کی خدمت میں گزار دی۔ مولانا دین پوری کی دینی خدمات سے ہر شخص واقف ہے قاری صاحب نے کہا کہ مولانا دین پوری کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اس خلا کا پر ہونا بہت مشکل ہے مولانا دین پوری اسلام کے سرمایہ تھے آخر میں قاری صاحب نے دعا کی کہ اللہ تبارک وتعالےٰ مولانا دین پوری کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

وفات حسرت آیات!

مؤرخہ ۱۳ رجولائی [illegible]

جمعیت علماء اسلام بہاولپور کے امیر تحفظ ختم نبوت کے معاون دار العلوم ربانیہ کے معتمد کا اچانک انتقال ہو گیا ہے۔ ۷۰ء کے انتخابات میں انہوں نے جمعیۃ بہاولپور کے امیر مولوی نور احمد مظاہری کے ساتھ مل کر نمایاں کام کیا۔ اپنے تمام بزرگوں سے والہانہ تعلق تھا ان کی نماز جنازہ منگل کو صبح آٹھ بجے نور احمد مظاہری خطیب جامع مسجد حنفیہ بہاولپور نے پڑھائی۔ جنازہ میں گرد و نواح سے عوام کے علاوہ دار العلوم ربانیہ سے اور قومی اتحاد کے کارکنوں اور جمعیۃ کے احباب نے شرکت کی۔

مرحوم صبح گھر سے نکالیہ گئے مولوں سے اپنی زمین پر جا رہے تھے اچانک گر کر بے ہوش ہو گئے رات ساڑھے تین بجے جب ان کو بہاولپور لایا گیا تو گھر کے دروازے پر جان جان آفرین کے سپرد کی۔ انا للہ...... الخ۔ احباب سے دعا کی اپیل ہے۔ خدا تعالےٰ مرحوم کی مغفرت کریں اور... جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمادیں!

ملک میں بڑھتے ہوئے پولیس کے ظلم و تشدد کے پیچھے کونسے خفیہ ہاتھ کارفرما ہیں ؟

آج جبکہ ملک اسلامی نظام کا گہوارہ بننے کے لئے صراطِ مستقیم کی راہ پر گامزن ہے قوم بے چینی سے اپنے دکھ درد کے مداوے کے لئے بے تاب ہے۔ ہر صبح نئی نوید کا پیغام لاتی ہے۔ ظلم کے اندھیرے روشنی کی کرن کو ماند کرنے ظلم کی چادر کو تاننے کے لئے بے بسی کے آخری ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں ظلم و بربریت کا نشان پولیس کا مخصوص طبقہ حالات سے بے نیاز قوم کو اسلام کے اعلیٰ و ارفع اصولوں سے متنفر کرنے کے لیے مکافاتِ عمل سے بے نیاز ہو کر اپنے مخصوص حربوں سے سرگرم عمل ہیں۔

جنرل ضیاء الحق صاحب کے اسلامی نظام عدل کو نافذ کرنے کے اعلانات کے ساتھ ان کی انتظامی مشینری ملتان مزدور فائرنگ کے مناظر سے انتقامی نعرے لگاتی ہے پھر واہگی گیس سیالکوٹ کے باسی ڈاکو ڈلا کے کُٹے پٹے پولیس تشدد کے نشان کی زد میں ہیں ابھی کراچی حیدرآباد کے دردناک سانحات سے سیاہی خشک نہیں ہوتی تو شجاع آباد پولیس تشدد تحریک نظام مصطفےٰ کے خلاف اثرات پر مہر ثبت کر رہے ہیں۔

ابھی پچھلی تیس سالہ پولیس کارکردگی کا دور آزاد مملکت کی تاریخ کی بدترین مثال ہیں تاریخ مرتب کرنیوالا قلم بھی لکھنے کو شرماتا ہے ایسے ہی واقعات بڑی دلیری کے ساتھ ضلع رحیم یار خاں میں بھی ہو رہے ہیں۔

نائب صدر کیہان بورڈ اور رکن جماعت اسلامی مولوی نور احمد کو رحیم یار خاں کے تھانے میں بے عزت کیا جاتا ہے۔ سنتِ رسول کی بے حرمتی کر کے غیرت ایمانی کو چیلنج دیتے ہیں۔ اسی ضلع رحیم یار خاں کی تحصیل صادق آباد میں بابائے صادق آباد مولوی جلال دین سابق صدر انجمن تاجران و شہریان کے ۱۶ سالہ بیٹے پر ہیڈ کانسٹیبل محمد اصغر کا بہیمانہ تشدد۔ نیز ہیڈ کانسٹیبل مذکور پہلے بھی اسی طرح معززین شہر کے ساتھ ایسے واقعات کا عادی ہے جس کا محاسبہ حکام بالا کے بس سے باہر ہے۔ صادق آباد کے ایس پی منشی خان جو احمد پور شرقیہ میں تحریک نظام مصطفےٰ کو بھٹو کی خاطر ناکام کرنے کے لئے اسلام کے سرفروشوں کا خون جامع مسجد میں بہانیوالا ملزم اب صادق آباد کے معززین شہر کو جیل میں بند کر دینے کی دھمکیاں دے کر جذبات مشتعل کرتے اور موجودہ حکومت کو رسوا کرنے کی مکروہ سازشوں میں مصروف ہے۔ شہر سراپا احتجاج ہے۔ مگر اس واقعہ میں پولیس کے اعلیٰ حکام کی بے بسی یا بے حسی صادق آباد کے شہریوں کے لئے معمہ بنی ہوئی ہے اور نظام اسلام کے شیدائیوں کے لئے ایک چیلنج بھی ہے۔

جنرل صاحب! صرف بھٹو کو قوم سے آثار دینے کو فرض آخر پر مکمل عمل نہ سمجھیں بلکہ بھٹو نے دورِ اقتدار میں خاص طور پر پولیس میں تھانیداروں، انسپکٹروں اور ڈی ایس پی کی صورتوں میں ہزاروں بھٹو پیدا کئے ہیں۔ قوم اپنے محسن پر اعتماد کرتی ہے اسی اعتماد کی فضا میں نظام اسلام کے نفاذ کی شدت سے خواہاں ہے۔

اگر نفاذ اسلام کے ادارے اپنی سابقہ روش پر قائم رہتے ہیں تو
طعنہ دیں گے بُت پرست کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں۔

صادق آباد کے شہریوں کا مطالبہ ہے کہ پولیس تشدد اور اس کے پیچھے جو خفیہ ہاتھ ہیں اور سرگرم عمل ہیں ان کا محاسبہ کیا جانا ضروری ہے صادق آباد کے واقعہ کی عدلیہ کے جج سے تحقیقات کروائی جائے تاکہ قوم کے مجرم اپنی منتخب کی ہوئی سزا پا سکیں۔ ارانا مجید ڈپٹی سیکرٹری مجلس عمل تحفظ حقوق شہریان صادق آباد

مسلمان کی شہادت!

تربت :- تحصیل بلیدہ میں ختم نبوت کے ایک فدائی محمد ولد عبد الکریم پر ذگری فرقہ کے کچھ شر پسند عناصر نے بندوقوں سے حملہ کر دیا۔ حملہ آور ۴ آدمی تھے موصوف کو ۳ گولیاں لگیں اور شدید زخمی ہو گئے۔

ان کو تربت سول ہسپتال میں داخل کر دیا گیا آج ہی کولوارہ کے علاقہ میں ان ہی ذگری غیر مسلم فرقہ کے کچھ لوگوں نے ایک مسلمان پر بندوق سے حملہ کر کے شہید کر دیا۔

غیر رسمی اجلاس :

لاڑکانہ : گزشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام تحصیل وارہ ضلع لاڑکانہ کا ایک غیر رسمی اجلاس زیر صدارت مولانا عبد القادر صاحب نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ منعقد ہوا۔ اجلاس میں بہت سے اراکین نے شرکت کی۔ اجلاس کی کارروائی تلاوتِ کلام پاک سے ہوئی۔ بعد ازاں جماعتی کام کو تیز کرنے کے لئے غور کیا گیا اور سیاسی سرگرمیوں کے ختم ہونے پر پورے تحصیل میں منظم جدوجہد کرنے اور جماعتی بیت المال کو مضبوط کرنے کی تدابیر پر غور ہوا۔ بعد میں انتخاب ہوا۔

انتخاب :

امیر : مولانا غلام محمد صاحب
ناظم اعلیٰ : مولانا جمال الدین پیچوہہ
خزانچی : حاجی الٰہی بخش صاحب سومرہ

بقیہ :- دار العلوم اور مسائل

صادر فرمائے جائیں۔

۱۔ ڈاکٹر رشید احمد یزدانی،
صدر مجلس تحفظ حقوق اہلسنت

۲۔ عبد الرحمٰن جامی نقشبندی
ناظم اطلاعات تحفظ حقوق اہلسنت
جلالپور پیروالہ

پاکستان میں اسلامی نظامِ تعلیم

انشاء اللہ نافذ ہو کر رہے گا

قائدِ طلباء میاں محمد عارف

آل پاکستان جمعیتہ طلباءِ اسلام کے مرکزی صدر جناب میاں محمد عارف نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب مملکتِ پاکستان میں اسلامی نظامِ تعلیم مکمل طور پہ نافذ ہوگا۔

انہوں نے کہا کہ جمعیتہ طلباءِ اسلام کے قیام کا بنیادی مقصد ہی لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم کو دیس نکالا دینے کے لیے بھرپور جد وجہد کرنا ہے۔

انہوں نے دینی مدارس، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تمام طالب علموں سے اپیل کی کہ وہ تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جمعیتہ طلباءِ اسلام کی اسلامی نظامِ تعلیم کی جد وجہد میں اس کے شانہ بشانہ کام کریں۔

رحمان پورہ، لاہور

جمعیتہ طلباءِ اسلام پاکستان حلقہ رحمانپورہ کا مرکزی انتخابی اجلاس مورخہ ۱۳ اگست بروز جمعرات بعد از نمازِ عصر بمقام مدرسہ عربیہ قاسمیہ جی بلاک رحمان پورہ لاہور میں ہوا۔

اجلاس کی صدارت قاری محمد عارف صاحب نے کی۔ تلاوت جمعیت طلباءِ اسلام حلقہ وحدت کالونی کے طالب علم شمس الحق نے کی اور خالد محمود ٹیپو، جمعیت طلبہ اسلام باغبانپورہ کے صدر جمیل الرحمٰن اور ضلع لاہور کے کنوینر محمد ادریس صاحب نے خطاب کیا۔ اور پھر ضلع لاہور کے کنوینر کی زیرِ نگرانی حلقہ کا الیکشن عمل میں لایا گیا۔

سرپرست: خالد محمود ٹیپو، گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ریلوے روڈ۔ لاہور

صدر: قاری عطاء اللہ، مدرسہ عربیہ قاسمیہ جی بلاک رحمان پورہ۔

نائب صدر اول: محمد ارشاد ناصر، گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ۔ لاہور۔

نائب صدر دوم: شاہد امتیاز، گورنمنٹ اسلامیہ کالج۔ ریلوے روڈ لاہور۔

ناظم: مظہر حسین (حلقہ کریم آباد کے کنوینر)

ناظمِ اعلیٰ: محمد سلیم ناصر، گورنمنٹ پائیلٹ ہائی سکول وحدت کالونی۔

ناظمِ نشریات: فاروق شفقت (حلقہ رحمانپورہ سی بلاک کے کنوینر)

ناظمِ مالیات: حامد علی چوہدری، گورنمنٹ ایف سی کالج۔ لاہور۔

ناظمِ دفتر: رشید احمد، مدرسہ قاسمیہ رحمانپورہ

مجلسِ شوریٰ: خالد محمود طیب، حافظ محمد طاہر، ندیم الرحمٰن، طارق محمود، زاہد اقبال قریشی، اور محمد اشرف۔

اجلاس کے بعد جمعیت طلبۂ اسلام حلقہ رحمان پورہ کی طرف سے افطار پارٹی دی گئی۔

بعد میں ضلع لاہور کے کنوینر محمد ادریس صاحب نے منتخب ہونے والے ساتھیوں سے حلفِ وفاداری لیا۔ اجلاس میں ۷۰ طلباء نے شرکت کی۔

اجلاس کے اختتام پہ گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ریلوے روڈ لاہور کے طالب علم راہنما خالد محمود ٹیپو نے خطاب کیا:

انہوں نے کہا کہ میں سب سے پہلے تمام منتخب ہونے والے ساتھیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور پھر مزید کہا کہ جمعیت طلبہ اسلام کا مشن رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشن ہے۔ ہم پاکستان میں صرف اور صرف خدا کی زمین پر خدا کا نظام لانا چاہتے ہیں۔ اور ہم صرف تقریریں ہی نہیں کرتے بلکہ جو بھی نعرہ لگاتے ہیں اسے ہم پورا کرتے ہیں۔ جمعیت طلباءِ اسلام نے ہر تحریک میں بہترین قربانیاں دی ہیں جن کو سنہری حروف میں لکھا جا سکتا ہے۔

آپ یہ موجودہ تحریک کا مطالعہ کریں کہ جمعیت طلبہ اسلام کے ۱۹ طلبہ شہید ہوئے، اور ہزاروں کی تعداد میں جیلوں میں گئے۔

جمعیت طلبہ اسلام واحد طلبہ کی اسلامی تنظیم ہے جس نے اس دور میں علماءِ حق کی قیادت کو تسلیم کرتے ہوئے اسلامی انقلاب کو لانے کا عہد کیا ہے۔ دوسری طلبہ تنظیمیں اگر اسلامی انقلاب

کے بے مخلص ہوتیں تو پھر آج ہر طرف اسلام کا بول بالا ہوتا اور ہر طالب علم محمد بن قاسم اور خالد بن ولید نظر آتا۔ لیکن افسوس کہ جو جماعتیں اسلامی انقلاب کا نام لیتی رہیں انہوں نے سراسر اسلامی انقلاب سے بغاوت کی ہے۔ آیئے آج جمعیت کا ساتھ دیں اور انشاء اللہ جلد ہی پاکستان میں آپ کے تعاون سے اور علماء کی قیادت میں خدا کی مدد سے اسلامی انقلاب جلد آجائے گا۔

صادق آباد

جمعیت طلبہ اسلام صادق آباد کے ناظم عمومی جناب حافظ عباس محمد انوار الرحمن اور ملک سراج الدین نوابی نے رحیم یار خان میں نئے میڈیکل کالج کے قیام کا پُرجوش خیر مقدم کیا ہے اور کالج میں تعلیمی سلسلہ کے جلد از جلد جاری کرنے کی اپیل کی ہے اور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن بہاولپور اور محکمہ تعلیم سے مطالبہ کیا ہے کہ میٹرک اور انٹر کے سپلیمنٹری امتحانات کے لیے صادق آباد میں سنٹر قائم کیا جائے۔ پہلے یہ امتحان رحیم یار خان میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے طلبہ اور طالبات کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

انہوں نے اپنے بیان میں حکومت سے اپیل کی ہے کہ صادق آباد کے انٹر کالج میں فزکس، کیمسٹری، الجبرا اور بیالوجی کے لیکچرار جلد بھیجے جائیں اور کالج کی عمارت جلد از جلد تعمیر کی جائے، کیونکہ اس وقت کالج ایک پرائمری سکول میں واقع ہے۔

ضلع سکھر

۱۔ جناب محمد اسلم صاحب (سکھر) کنوینر
۲۔ جناب صفدر علیشاہ صاحب (گھوٹکی) معاون
۳۔ جناب میر حسن صاحب گبول (سکھر) معاون

ضلع خیرپور

۱۔ جناب امیر حمزہ صاحب آزاد (خیرپور) کنوینر
۲۔ جناب مفضل اللہ صاحب پٹھان (شاہ لدھانی) معاون
۳۔ جناب محمد نواز صاحب سومرو (پیر جو گوٹھ) معاون۔

جبکہ ضلع نواب شاہ میں انتظامیہ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کی کنوینگ باڈی برقرار رکھی گئی ہے۔

اور اس کے ساتھ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہر ایک ضلع کی کنوینگ کمیٹی اپنی اپنی ضلعی شاخوں میں انتخابات کے بعد ضلعی انتخاب کرائے گی اور ضلعی تنظیم کو موثر بنائے گی اور اپنی کارکردگی کی رپورٹ سے ڈویژن کے نگران کو آگاہ کرتی رہے گی۔

سجاول

گزشتہ دنوں جمعیت طلبہ اسلام سجاول کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں جمعیت صوبہ سندھ کے نائب صدر نذیر احمد عمرانی اور مقامی شاخ کے صدر جناب قادر بخش صاحب نے حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پہ گہرے غم و رنج کا اظہار کیا۔ جمعیت کے رہنماؤں نے کہا کہ حضرت کی وفات صرف علماء کے ایک طبقے کا نقصان نہیں بلکہ پوری قوم و ملک اور عالم اسلام کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے جس طرح سوگوار خاندان لائق تعزیت ہے اسی طرح ہم بھی مستحق تعزیت ہیں۔

آخر میں دعا کی گئی کہ اللہ رب العزت مرحوم کو جنت میں اعلیٰ درجے نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مستونگ

گزشتہ روز جمعیت طلبۂ اسلام مستونگ کا اجلاس ڈگری کالج مستونگ میں منعقد ہوا، اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کی صدارت جناب محمد سلیمان صاحب نے کی۔

اجلاس میں پیر محمد، غلام قادر، خواجہ خلیل، جناب محمد سلیمان اپڑو اور جمعیت طلبۂ اسلام ضلع قلات کے ناظم مستونگ کے قائم مقام صدر ڈگری کالج کے طالب علم جناب شبیر احمد سعید نے خطاب کیا اور کالج کے کثیر طلبہ کی تعداد نے شرکت کی اور کہا کہ اسلامی نظام تعلیم کے لیے جمعیت طلبۂ اسلام کے کارکنوں کی کوششیں قابل تحسین ہیں جو کہ دینی مدارس اور کالج کی مشترکہ تعلیم و تنظیم قائم کرنے پر مجھے بیحد خوشی ہوئی ہے۔

آپ نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجھے پاکستان میں اسلامی نظام تعلیم کے نفاذ کے لیے جمعیت طلبہ اسلام کے کارکنوں کی کوششوں سے آگاہی حاصل کر کے انتہائی خوشی ہوئی ہے۔ آپ نے طلبہ سے کہا کہ آپ کی نظر میں بین الاقوامی امور کے بارے میں بہت وسعت ہونی چاہیئے کہ آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ اس وقت آپ کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور اس وقت پاکستان میں جمعیت طلبہ اسلام کے پلیٹ فارم پہ متحد ہو کر لِلّٰہ الامر پرچم کے تلے علماء حق کی قیادت میں اپنی کوششوں کو مزید تیز تر کر دیجئے۔

آپ نے امید ظاہر کی کہ اگر آپ لوگوں نے اسی طرح اپنی کوششیں جاری رکھیں تو انشاء اللہ تعالےٰ وہ دن دور نہیں کہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

اور آخر میں جمعیت طلبہ اسلام کے جنرل سیکرٹری جناب محمد سلیمان اپڑو صاحب نے جمعیت کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ جمعیت کے پروگرام سے متاثر ہو کر عبدالحکیم خواجہ خلیل نے اپنے ساتھیوں سمیت جمعیت طلبہ اسلام میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کیا اور محمد سلیمان اپڑو نے شمولیت کرنے والے ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا اور جناب شبیر احمد سعید صاحب نے آخر میں انہیں مبارکباد دی۔

دارالعلوم اور مسائل

اس عنوان کے تحت ہم روزمرہ کے مسائل پر مراسلات شائع کرتے ہیں۔ ایڈیٹر کے نام خطوط خوشخط دامع مختصر اور صفحہ کے ایک جانب تحریر ہونے چاہئیں۔ ایسے مراسلے شامل اشاعت نہیں ہوں گے جو کاغذ کے ہر دو اطراف طویل اور جن پر مراسلہ نگار کا مکمل پتہ نہیں ہوگا۔ مراسلات اس پتہ پر بھیجیں: شعبہ دارالعلوم اور مسائل ہفت روزہ ترجمان اسلام چوک مکمل لاہور

وفاقی وزیر امور کشمیر و سرحدی

شمالی علاقہ جات سے اپیل

پاکستان قومی اتحاد نے موجودہ نازک وقت میں مارشل لاء حکومت سے عملی تعاون کیلئے حکومت میں شامل ہو کر نہایت ہی دانش مندانہ فیصلہ کیا ہے۔

پاکستان قومی اتحاد کے اس فیصلہ کو جہاں پاکستانی قوم نے ستائش و تحسین کی نگاہوں سے دیکھا ہے کشمیری عوام بھی بے حد سراہتے ہیں۔

میں آزاد کشمیر کے موجودہ حالات کے تحت جمعیۃ علمائے آزاد کشمیر کی پالیسی کے تحت جناب کی خدمت میں درج ذیل مطالبات پیش کرتا ہوں۔

۱۔ آزاد کشمیر کے مخصوص حالات کے تحت آزاد کشمیر میں اس وقت کسی قسم کی عبوری سول حکومت کے قیام کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ آزاد کشمیر کے حالات پاکستان سے بالکل مختلف ہیں۔ اس لیے جو رقم سول کابینہ کے قیام پر خرچ کی جائے گی، وہ آزاد کشمیر کی تعمیر و ترقی اور جلد از جلد نمائندہ حکومت کے قیام کی راہ ہموار کرنے کے لیے خرچ کی جائے۔

۲۔ احتساب کی موجودہ رفتار اطمینان بخش ہے۔ اس کو بہر صورت برقرار رکھا جائے۔ اس سلسلہ میں کسی جماعت یا فرد سے کوئی رعایت یا جانبداری روا نہ رکھی جائے۔

۳۔ آزاد کشمیر کی موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل کی اکثریت نا اہل افراد پر مشتمل ہے اور اس کے کام کی رفتار غیر تسلی بخش و سست ہے لہٰذا کونسل کو توڑ کر از سر نو علماء ماہرین فقہ و قانون پر مشتمل کونسل قائم کی جائے۔

۴۔ "جمعیت علماء آزاد جموں و کشمیر" آزاد کشمیر کی نمائندہ جماعت ہے، لہٰذا اس کو کسی بھی مرحلہ پر نظر انداز نہ کیا جائے۔ ایسا کرنا کشمیری عوام کے ساتھ سراسر ناانصافی و زیادتی ہوگی۔ نیز قائدین جمعیت کی خدمات آزادی کشمیر و پاکستان و آزاد کشمیر کی تعمیر و ترقی کے لیے ناقابلِ فراموش ہیں۔

جمعیت کے امیر اور بانی مولانا یوسف نے آزاد کشمیر میں نظامِ عدل کے لیے جو کردار ادا کیا ہے اس کا اعتراف آزاد کشمیر ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے بھی کیا ہے۔

(محمد نذیر فاروقی، مرکزی ناظم
جمعیت علماء آزاد جموں و کشمیر)

قومی لباس و زبان کی اہمیت

آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی توجہ ایک اہم قومی مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ دنیا کی کسی قوم کی پہچان اس کی زبان اور لباس سے کی جاتی ہے۔ پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے ۳۱ سال ہوگئے ہیں مگر کتنے دکھ کی بات ہے کہ اس عرصے میں جتنی بھی حکومتیں آئیں انہوں نے لباس و زبان پر کوئی توجہ نہ دی... نتیجتاً سرکاری ملازمین اور خصوصاً نوجوان طبقہ انگریزی لباس پہن کر فخر محسوس کرتا ہے، حالانکہ یہی سب سے بڑی غلامی کی علامت ہے کہ انگریز کے برصغیر سے چلے جانے کے باوجود ذہنی طور پر ہم اس کے غلام ہیں۔

آخر میں جنرل صاحب سے گزارش کروں گا کہ جہاں وہ ان قومی مسائل پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں وہاں وہ اپنے وزراء کرام کو اس کی تلقین کریں کہ وہ قومی لباس اپنائیں۔ نیز اردو کو بحیثیت قومی زبان جائز مقام دینے کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھائے جائیں۔

(حامد علی رحمانی
ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)

منافع خوروں کا احتساب کریں!

آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے اعلیٰ حکام سے اپیل کرتا ہوں کہ بلیک مارکیٹنگ کرنے والوں اور ناجائز منافع خوروں کا بھی احتساب کیا جائے۔ نیز دیگر اشیائے خوردنی کے ریٹ مقرر کرتے ہوئے گندم کا بھی ریٹ مقرر کیا جائے تاکہ ناجائز منافع خوروں کی حوصلہ شکنی ہو۔

(احسان اللہ عظیم،
نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ)

سرداروں کے ظلم سے نجات دلائی جائے

آپ کے معروف جریدے کے ذریعے حکومتِ بلوچستان اور مرکزی حکومت بالخصوص وفاقی وزیر برائے دیہی ترقی و بلدیات جناب حاجی محمد زمان خان اچکزئی کی توجہ بلوچستان میں مفاد پرست سرداروں کے ظلم و ستم کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔

بلوچستان میں سردار غریبوں کا خون چوس رہے ہیں۔ جس طرح بلوچ ایریا میں بلوچ سردار شٹک وصول کرتے ہیں اسی طرح پشتون ایریا میں خصوصاً ضلع ژوب اور ضلع لورالائی میں مفاد پرست سردار عثمان جوگیزئی پی۔ ڈبلیو۔ ڈی اور سوئیڈ فورس کے چہارم کلاس کے ملازموں سے نصف تنخواہ وصول کرتے ہیں۔ صوبائی اور متعلقہ ضلعی انتظامیہ کو اس کا علم ہوتے ہوئے کے باوجود اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہی ہے۔

اس کمر توڑ مہنگائی میں درجہ چہارم کے ملازمین سے اتنا ناجائز ٹیکس وصول کرنا شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً سنگین جرم ہے۔ میں متعلقہ حکام سے اپیل کرتا ہوں کہ غریبوں کو ان انسان نما درندوں سے نجات دلائیں۔

(نظام الدین پانیزئی
ضلع کوئٹہ)

اولیاء کرام کی کرامات

اور مبالغہ آرائی

گزشتہ ماہ ۲۵ جولائی کو روزنامہ "نوائے وقت" ملتان میں جناب کیپٹن ممتاز

ملک کا ایک مضمون "اولیاء اللہ کی کرامتیں" شائع ہوا تھا۔ مضمون نگار نے اولیاء کرام کی کرامات بیان کرتے ہوئے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔

مضمون نگار نے اپنے محلہ "برہان شاہ" (چنیوٹ) کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "ان اولیاء کرام (پیر برہان شاہ، پیر شادی ملنگ) نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں اس محلہ کی حفاظت کی، جبکہ پورا شہر چنیوٹ قتل و غارت اور لوٹ مار کا شکار رہا، سکھ لوٹ مار کرتے رہے۔"

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ اولیاء صرف اس محلہ کی حفاظت کے لیے مخصوص تھے۔

کیا ان کا ذمہ صرف اسی محلہ کی حفاظت تھا۔ اللہ کے نیک بندے تو ساری مخلوق کے لیے مفید ہوتے ہیں۔ یہ اولیاء اللہ کی کرامات نہیں ان پر تہمت ہے کہ انہوں نے ایک محلہ کی حفاظت کی اور باقی شہر لٹتا رہا۔ اولیاء اللہ کی عقیدت میں اتنے آگے نہ نکل جایئے کہ لوگ اولیاء کرام سے منہ موڑنا شروع کر دیں۔ ہم اولیاء کرام کی کرامات سے انکاری نہیں مگر مبالغہ آرائی کیوں؟

مضمون نگار نے جن اولیاء کرام کا ذکر کیا ہے وہ ۱۸۵۷ء سے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

دوسرا واقعہ جو مضمون نگار نے تحریر کیا ہے۔ اس میں لاہور کے اولیاء کرام کا ذکر کیا ہے۔ مضمون نگار نے لاہور کے اولیاء کرام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان اولیاء کرام نے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں شہر لاہور کی حفاظت کی۔ یہ سراسر مبالغہ آرائی ہے۔ مضمون نگار نے ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بارے میں تحریر نہیں کیا۔

اگر ان اولیاء کرام نے لاہور کی حفاظت کی، تو کیا مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں کوئی اولیاء کرام نہیں تھے؟ پھر کیوں ہمیں ۱۹۷۱ء میں شرمناک صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا۔

کیا بیت المقدس میں انبیاء کرام آرام پذیر نہیں؟ تو پھر کیوں بیت المقدس پر یہودی قابض ہیں۔ کیا فلسطین میں صحابہ کرامؓ آرام پذیر نہیں؟ تو پھر وہاں کیوں اسرائیل قابض ہے۔

مضمون نگار ایک تعلیم یافتہ انسان ہیں، انہوں نے ایسی مبالغہ آرائی کی جو تعلیم یافتہ افراد کے منہ پر طمانچہ ہے۔ اے اہلِ قلب و نظر غور سے سن لو، اگر اللہ کی صفات میں کسی کو شامل کیا تو وہ شرک ہو گا اور اللہ تعالےٰ ہر گناہ بخش دے گا مگر شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔

خدارا یہ قوم تو پہلے ہی بے راہروی کا شکار ہے، اسے مزید تباہی کی طرف مت دھکیلو اور خدا سے مغفرت طلب کرو تاکہ ہمارے سروں سے عذاب دور ہو۔

(عبدالمجید ندیم، لودھراں ضلع ملتان)

سکول سابق بلڈنگ میں منتقل کیا جائے:

آپ کے ہفت روزہ ترجمان اسلام کی وساطت سے محکمہ تعلیم کے سیکریٹری کی خدمت میں ہم اہل کستیر بانڈہ ع۱، ڈاکخانہ شنوہ گڈی خیل تحصیل کرک ضلع کوہاٹ مندرجہ ذیل عرضی رساں ہیں۔

گذارش یہ ہے کہ کستیر بانڈہ ع۱ ڈاکخانہ شنوہ گڈی خیل تحصیل کرک ضلع کوہاٹ سے ایک پرائمری سکول جو کہ ۱۹۶۴ء سے دورِ ایوب خان میں منظور ہو گیا تھا موجودہ ڈی۔ آئی۔ ایس محمد علی خان نے مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۷۸ء مطابق آرڈر ع ۱۱۸، شیر اعظم خان بلڈنگ کو بلا وجہ منتقل کیا حالانکہ ہم اہل کستیر بانڈہ ع۱ نے بعد میں اپنے پرائمری سکول کے لئے بحکم سابق ڈی۔ آئی۔ ایس شوکت محمود صاحب دو کنال اراضی بذریعہ انتقال ع ۲۳۹، مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۷۷ء درج کر کے مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو بنام صوبائی حکومت برائے پرائمری سکول تصدیق کرائی ہے۔

ڈی۔ آئی۔ ایس محمد علی خان نے ہمارے ساتھ سخت ظلم اور بے انصافی کی کہ چودہ سال بعد ہم سے سکول دوسری جگہ کو منتقل کر دیا۔ ہمارا سکول دورِ ایوب خان میں چلتا رہا۔ دورِ یحییٰ خان میں چلتا رہا، دورِ بھٹو میں چلتا رہا لیکن آپ کے دورِ حکومت میں ہمارے ساتھ ڈی۔ آئی۔ ایس کوہاٹ محمد علی خان نے یہ ظلم کیا۔

لہذا ہم اہلیان کستیر بانڈہ ع۱ پُر زور التماس کرتے ہیں کہ ہمیں اپنا سکول سابق بلڈنگ میں منتقل کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔ اور ڈی۔ آئی۔ ایس محمد علی خان کو ڈسٹرکٹ کوہاٹ سے تبدیل کریں۔

اگر ہمیں اپنا اسکول تعطیلات موسم گرما کے بعد منتقل نہیں کیا گیا تو ہم با مر مجبوری عدالتِ عالیہ سے رجوع کریں گے۔ امید واثق ہے کہ آنجناب ہماری درخواست پر ہمدردانہ غور فرمائیں گے۔

اہل کستیر بانڈہ ع۱، بواسطت سابق
مالک مکان، پرائمری سکول کستیر بانڈہ ضلع کوہاٹ

جلالپور پیروالا کے مسائل:

ہفت روزہ ترجمان اسلام کی وساطت سے حکام بالا کی توجہ جلال پور پیروالہ کے مسائل کی طرف دلوانا چاہتا ہوں۔

۱۔ جلال پور پیروالہ جو کہ پچیس تیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور دریائے چناب دریائے ستلج سے چھ میل دور دو آبے میں واقع ہے اور ہر سال سیلاب کی تباہ کاریوں کا شکار ہوتا ہے لیکن آج تک شہر کے گرد بند باندھنے کی باتیں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکیں۔

ہم اہل جلالپور پیروالہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صوبہ پنجاب اور میجر جنرل اعجاز عظیم صاحب سے التماس کرتے ہیں کہ امسال متوقع سیلاب کی تباہ کاریوں سے شہر کو محفوظ رکھنے کے لئے فوری طور پر شہر کے ارد گرد بند باندھا جائے تاکہ اہل جلالپور پیروالہ اس مستقل مصیبت سے نجات پا سکیں۔

۲۔ جلالپور پیروالا تا شجاعباد روڈ کئی دفعہ کاغذی طور پر مرمت ہونے کے باوجود آج تک خستہ حالت میں موجود ہے۔ جگہ جگہ سڑک ٹوٹی ہوئی ہے۔ آمد و رفت میں تکلیف کا باعث ہے۔ علاوہ ازیں جلالپور تا لودھراں روڈ آج تک پختہ نہیں کی گئی۔ جس کی وجہ سے آمد و رفت معطل رہتی ہے۔ اس سڑک کو فوری طور پر پختہ کرنے کے احکامات

باقی صفحہ ۲۲ پر

ہمارے عقائد

اہلِ سنت والجماعت کے مطابق ہیں۔

عقیدۂ توحید

اس کائنات کا خالق اور مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی سب کا حاکم ہے، اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا، سب اس کے محتاج ہیں، داتا صرف اس کی ذات ہے، عالم الغیب وہی اکیلا ہے، سارے اختیارات صرف اسی کے پاس ہیں، حاضر و ناظر اس کی مخصوص صفت ہے، علم اور قدرت میں اس کا کوئی شریک نہیں، عبادت اسی کے لیے زیبا ہے، دعاؤں کے سننے والا مرادوں کو پوری کرنے والا وہی ہے، کیونکہ زندگی اور موت تنگی و فراخی، صحت و بیماری، عزت و ذلت، نفع و نقصان وغیرہ کا وہی مالک ہے، بغیر اس کے حکم کے ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں۔

اپیل

"اہلِ دل مخیر حضرات اس متن کے مضمون کو خوبصورت اور رنگین چارٹ کی شکل میں چھپوا کر مفت تقسیم کریں، تاکہ مسلک اور عقائد کی تبلیغ ہو سکے"!

قاری محمد طیب
نـاظم عمومی
جمعیت علماءِ اسلام
ضلع وہاڑی

محمد رسول اللہ

عقیدۂ رسالت

انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے بہت سے پیغمبر بھیجے۔ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں جن کو تمام انسانی کمالات کا منبع بنا کر بھیجا گیا، تمام بشری کمزوریوں اور گناہوں سے آپ پاک اور آخری نبی ہیں۔ تمام انبیاء کی نبوت آپ کے طفیل اور تمام اولیاء اور انسانوں کے کمالات آپ کے صدقہ قائم ہیں۔ عقیدہ "آپ کو سب سے زیادہ علم دیا گیا۔ دین کا مکمل نقشہ آپ کے اعمال، اخلاق، اعتقادات سے وجود میں آیا، اسی کا دوسرا نام اسلام ہے اور یہ نقشہ ہی آپ کا قانونی حق ہے۔

عقیدہ :- آپ نے دین میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ جو شخص دین میں نئی بات نکالتا ہے گویا وہ حضور کے حق رسالت میں دست درازی کرتا ہے اور دین کو نامکمل سمجھ کر بدعت اختیار کرتا ہے، یہ گناہ عظیم ہے۔ حضور سے محبت عین ایمان ہے، ان کی شان میں بے ادبی کفر ہے آپ کو مختارِ کل، حاضر و ناظر، عالم الغیب یقین کرنے سے آپ کے کمالات کا انکار لازم آتا ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی

تمام صحابہ و اہلِ بیعت اولیائے کاملین میں سے ہیں۔ بعد کا کوئی ولی، غوث، قطب یا عالم یا محدث صحابہ اور اہلِ بیعت کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ انکے ایمان اور ہدایت کی گواہی قرآن پاک نے دی۔ ان سب سے محبت و احترام کرنا جزو ایمان ہے۔ ان سے بغض رکھنا اور انکی برائی کرنا نبی کریم کو ایذا دینا ہے آپس کے اختلاف میں یہ سب لوگ حق پر تھے کیونکہ انکی نیت میں اخلاص تھا، اختلاف غلط فہمی، غلط اطلاعات کی وجہ سے ہوا۔ انکی لڑائیوں کے بارے میں تمام آئمہ اہلِ سنت نے بالاتفاق خاموش رہنے کا حکم دیا کیونکہ دین انہی کے ذریعہ امت کو پہنچا ہے۔ تاریخ میں انکی نسبت غلط بیانی بھی کی گئی ہے، ان سب کا دامن اس سے پاک ہے۔

سنو! جو شخص صحابہ کرام یا اہلِ بیعت یا آئمہ یا محدثین یا بزرگانِ کرام، شہداء یا علمائے حق کی شان میں گستاخی کرتا، ان پر الزامات لگا کر جگہ جگہ بدنام کرتا ہو، ان پر کفر کے فتوے لگا کر نفرت پیدا کرتا ہو، اس نفرت کی بنیاد پر امت کو ٹکڑے کر کے لڑائی کرواتا ہو۔ ایسا آدمی پرلے درجے کا گمراہ اور بے دین ہے۔

عقائد بزرگانِ دیوبند

خالص اہلِ سنت والجماعت، حنفی المذہب اور خالص سنت رسول کے پابند ہیں، وہ رسومات جو دین میں ثابت نہیں، کو تحقیق کر کے پرہیز کرتے ہیں، یہی انکا امتیاز ہے۔ میت کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں مگر رسومات کے قائل نہیں۔ تصوف میں چاروں سلسلوں کے بزرگوں سے روحانی اور علمی فیض پایا۔ ان میں جہاں عالم اور محدث و مفسر پیدا ہوئے ہیں، وہیں بڑے بڑے ولی، قطب، ابدال بھی پیدا ہوئے ہیں، مجاہد در راہِ حق کے شہید بھی ہوئے۔ ان میں سے بہت سوں نے دربارِ رسول پر دفات پائی۔ بعض لوگ حسد کی وجہ سے ان کی عبادتوں سے غلط مطلب نکال کر لوگوں کو متنفر کرتے ہیں حالانکہ انکا عقیدہ ہے کہ حضورِ اکرم کے جسمِ اطہر پر ہر وقت مخصوص تجلیاتِ ربانی کا ورود ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے آپ کے جسمِ اطہر سے جو مٹی ملی ہوئی ہے وہ عرش و کرسی اور کعبہ شریف سے افضل ہے۔ نیز تمام انبیاء، صحابہ اور اہلِ بیعت بزرگوں کا احترام و محبت وسیلہ نجات یقین کرتے ہیں!

منجانب | سُنّی انقلابی تنظیم لوریوالہ